سورۃ النساء (آیات 31 تا 32)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿اِنۡ تَجۡتَنِبُوۡا کَبَآئِرَ مَا تُنۡہَوۡنَ عَنۡہُ نُکَفِّرۡ عَنۡکُمۡ سَیِّاٰتِکُمۡ وَ نُدۡخِلۡکُمۡ مُّدۡخَلًا کَرِیۡمًا ﴿۳۱﴾ وَ لَا تَتَمَنَّوۡا مَا فَضَّلَ اللّٰہُ بِہٖ بَعۡضَکُمۡ عَلٰی بَعۡضٍ ؕ لِلرِّجَالِ نَصِیۡبٌ مِّمَّا اکۡتَسَبُوۡا ؕ وَ لِلنِّسَآءِ نَصِیۡبٌ مِّمَّا اکۡتَسَبۡنَ ؕ وَ سۡئَلُوا اللّٰہَ مِنۡ فَضۡلِہٖ ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمًا ﴿۳۲﴾﴾

’’اگر تم بڑے بڑے گناہوں سے جن سے تم کو منع کیا جاتا ہے اجتناب رکھو گے تو ہم تمہارے (چھوٹے چھوٹے) گناہ معاف کر دیں گے اور تمہیں عزت کے مکانوں میں داخل کریں گے۔ اور جس چیز میں اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اُس کی ہوس مت کرو۔ مردوں کو اُن کاموں کا ثواب ہے جو اُنہوں نے کیے اور عورتوں کو اُن کاموں کا ثواب ہے جو اُنہوں نے کیے۔ اور اللہ سے اس کا فضل (وکرم) مانگتے رہو۔ کچھ شک نہیں کہ اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔‘‘

انسانی تمدن کے دو بڑے اہم مسائل ہیں جو گہری فلسفیانہ اہمیت کے حامل ہیں۔ پہلا مسئلہ گناہوں کے بارے میں ہے جن میں کبائر اور صغائر کی تقسیم ہے۔ سب سے بڑا گناہ کفر اور شرک ہے۔ فرائض کا ترک کرنا اور حرام چیزوں سے نہ بچنا بھی کبائر میں شامل ہے۔ جبکہ کچھ چھوٹی چھوٹی کوتاہیاں ہیں جو انسان سے سرزد ہو جاتی ہیں۔ یا پھر بلا ارادہ منہ سے کوئی بات نکل گئی جو مناسب نہ تھی۔ تو ایسے چھوٹے چھوٹے گناہ انسان سے ہوتے رہتے ہیں۔ اگر انسان فرائض کی پوری ادائیگی کرتا ہے اور محرمات سے اجتناب کرتا ہے تو اُس کے چھوٹے چھوٹے گناہوں پر گرفت نہ ہوگی اُن کے بارے میں توقع رکھی جائے کہ اللہ تعالیٰ معاف فرما دے گا۔ یہ صغائر نیکیوں کے ذریعے خود بخود ختم ہوتے رہتے ہیں۔ جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ جب بندہ صحیح طریقے پر اطمینان کے ساتھ وضو کرتا ہے ہاتھ پاؤں اور منہ دھوتا ہے تو اُس کے ہاتھوں آنکھوں اور پاؤں سے کیے ہوئے گناہ جھڑ جاتے ہیں۔ تو اس طرح صغیرہ گناہ تو نیکیوں کے ساتھ ختم ہوتے رہتے ہیں۔ یہی وہ برائیاں ہیں جن کو نیکیاں دور کر دیتی ہیں۔ از روئے الفاظ قرآنی: اَنَّ الۡحَسَنٰتِ یُذۡہِبۡنَ السَّیِّاٰتِ مگر کبائر کی معافی کے لیے توبہ کرنا ہوگی۔ شرک اکبر الکبائر ہے۔ اسی سورۃ میں دو مرتبہ آئے گا ﴿اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغۡفِرُ اَنۡ یُّشۡرَکَ بِہٖ وَ یَغۡفِرُ مَا دُوۡنَ ذٰلِکَ لِمَنۡ یَّشَآءُ﴾ تو شرک تو چھوڑنا پڑے گا۔ رویہ بدل کر اللہ سے بخشش مانگنا ہوگی۔ چنانچہ فرمایا کہ اگر تم اُن کبیرہ گناہوں سے بچتے رہو گے جن سے تمہیں روکا گیا ہے تو ہم تمہارے صغیرہ گناہ معاف کر دیں گے اور تمہیں بہت ہی عزت والی جگہ میں داخل کریں گے۔

ایک مسخ شدہ قسم کی مذہبی شخصیت ہوتی ہے کہ کبائر کا ارتکاب تو کیا جا رہا ہے سود خوری اور حرام خوری تو کر رہے ہیں مگر چھوٹی چھوٹی باتوں کا بڑا دھیان ہے۔ مثلاً یہ پائجامہ کیوں نیچے چلا گیا اور فلاں کی داڑھی شریعت کے مطابق نہیں۔ ایسی باتیں مذہب کو مسخ کرنے والی ہیں۔ حالانکہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر متفکر ہونے کی ضرورت نہیں۔ اس سلسلہ میں درگزر سے کام لیا جائے البتہ Sense of proportion کا لحاظ رکھتے ہوئے کبائر سے اجتناب کی فکر ضرور کرنا چاہیے۔ یوں کبائر سے اجتناب صغائر کی معافی کا سبب بن جائے گا۔ یہ مضمون سورۃ شوریٰ اور سورۃ نجم میں بھی آیا ہے۔

دوسرا مسئلہ انسانی معاشرے میں فضیلت کا ہے۔ ہر ایک کو نظر آ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو ایک جیسا نہیں بنایا۔ کوئی خوبصورت ہے کوئی نہیں ہے کوئی دراز قد ہے تو کوئی پست قد کہ جس پر لوگ ہنستے ہیں۔ کسی کو مرد بنایا کسی کو عورت۔ تو ایک عورت اگر کڑھتی رہے کہ مجھے عورت کیوں بنایا یا کوئی چھوٹے قد کا شخص پریشان رہے کہ کاش میں دراز قد ہوتا تو یہ انداز ہرگز مناسب نہیں۔ ہر شخص کو اس حال میں صبر و شکر کا انداز اختیار کرنا چاہیے جس میں اللہ تعالیٰ نے اُسے رکھا ہے۔ اگر کسی انسان کو فضیلت حاصل ہی کرنا ہے تو اُس کے لیے جدوجہد کے دوسرے میدان کھلے ہیں۔ تقویٰ اور پرہیزگاری میں دوسروں سے آگے نکلنے اور دوسروں سے زیادہ عبادت گزار بننے کی کوشش کرے کردار و عمل میں بلندی حاصل کرے۔ خیر کی یہ چیزیں حاصل کر کے دوسری کمیوں کی تلافی کرے۔ یہاں اسی رویے کی تعلیم دی جا رہی ہے کیونکہ اس طرح انسان کئی ذہنی بیماریوں Mental disturbance, Depression Frustration وغیرہ سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ چنانچہ الفاظ یہ ہیں کہ اس شے کی تمنا نہ کیا کرو جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ اگر ایسا کرو گے تو حسد پیدا ہوگا جو خود بڑا گناہ ہے اور بہت سے دوسرے گناہوں کا سبب بنتا ہے۔

مرد اور عورت دونوں کے متعلق فرمایا کہ مردوں کے لیے حصہ ہے اس میں جو وہ کمائیں گے اور عورتوں کے لیے حصہ ہے اس میں جو وہ کمائیں گی۔ یہاں کسب (کمائی) سے مراد نیکیاں یا برائیاں کمانا ہے۔ اس معاملے میں عورت اور مرد میں مساوات ہے۔ دونوں کے لیے نیکیاں یا برائیاں کمانے کے یکساں مواقع موجود ہیں۔ مرد نیکی کرے گا تو وہ اُس کے لیے ہے اور عورت نیکی کمائے تو وہ اُس کے اپنے فائدے کے لیے ہے۔ عورت نیکی میں مرد سے آگے نکل سکتی ہے۔ کروڑوں مرد ہوں گے جو حضرت خدیجہؓ، حضرت عائشہؓ اور حضرت فاطمہؓ کے مقام کی گرد کو بھی نہیں پا سکیں گے۔ تو صحیح راہ یہی ہے کہ ہر شخص صابر و شاکر رہے کہ اللہ نے اُسے مرد یا عورت جو کچھ بھی بنایا ہے وہ اُس پر راضی ہے۔

چودھری رحمت اللہ بٹر

فرمانِ نبویؐ

جود وسخا

عَنۡ اَبِیۡ ہُرَیۡرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ: ((مَا مِنۡ یَوۡمٍ یُصۡبِحُ الۡعِبَادُ فِیۡہِ اِلَّا مَلَکَانِ یَنۡزِلَانِ فَیَقُوۡلُ اَحَدُہُمَا: اَللّٰہُمَّ اَعۡطِ مُنۡفِقًا خَلَفًا وَیَقُوۡلُ الۡاٰخَرُ: اَللّٰہُمَّ اَعۡطِ مُمۡسِکًا تَلَفًا)) (متفق علیہ)

’’حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’ہر صبح کو دو فرشتے اُترتے ہیں ایک کہتا ہے: اے اللہ! خرچ کرنے والے کو نعم البدل عطا فرما، دوسرا کہتا ہے: اے اللہ! بخیل کو تباہ و برباد کر‘‘۔

ادارِیہ

ایوب بیگ مرزا

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

بم دھماکے لندن میں ہوئے' جھوٹے سچے الزام پاکستانی نژاد برطانوی شہریوں پر لگے۔ صدر مشرف نے برطانوی وزیرِاعظم ٹونی بلیئر کو اپنے گریبان میں جھانکنے کا مشورہ دیا جس پر وزیروں' مشیروں نے بڑی واہ واہ کی اور اسے کمانڈو صدر کی جرأت رندانہ قرار دیا۔ لیکن عملاً کیا ہوا؟ پاکستان میں مدارس میں چھاپے پڑنے لگے۔ کالعدم تنظیم کے فارغ شدہ عہدے داروں کی پکڑ دھکڑ شروع ہوگئی۔ محیر العقل کارنامے سرانجام دینے والی مغربی انٹیلی جنس ایجنسیوں نے جن ملزموں کی نشاندہی کی وہ برطانیہ کی اعلیٰ ترین یونیورسٹیوں کے تعلیم یافتہ ہیں' بالکل اسی طرح جیسے 9/11 کے ملزمان میں اکثریت ڈاکٹروں' انجینئروں اور پوسٹ گریجوایٹس کی تھی لیکن تب نہ کسی یونیورسٹی پر کوئی چھاپا پڑا اور نہ کسی کالج کے بند کر دینے کا واویلا ہوا۔ سمندروں کی تہوں اور غاروں کی اوٹ میں چھپی ہوئی اشیاء کی تصاویر اتارنے والی ٹیکنالوجی نے ایک پاکستانی نژاد خودکش حملہ آور کی ایسی تصویر کشی کی کہ منہ کھلے کے کھلے رہ گئے۔ حسیب نامی یہ نوجوان خودکش حملہ کرنے سے پہلے کس فلائٹ سے پاکستان گیا؟ وہاں کس مدرسہ میں پہنچا؟ کس کس سے ملا؟ پھر عمرہ کی سعادت حاصل کرتے ہوئے کس فلائٹ سے واپس لندن آیا؟ کس طرح خودکش حملہ کی تیاری کی؟ اور پھر کس طرح بم بلاسٹ سے اپنے آپ کو پاش پاش کرلیا؟ لیکن داد دینے والوں کی آوازیں ابھی فضا میں ہی تھیں کہ حسیب ٹیلی ویژن سکرین پر نمودار ہوا۔ جدید ٹیکنالوجی کی اس نے بھی دل کھول کر داد دی کہ میرے بارے میں جو کچھ کہا گیا ہے' حرف بحرف درست ہے۔ میں نے اسی فلائٹ سے پاکستان کا دورہ کیا تھا' میں مدرسے بھی گیا' میں انہی لوگوں سے ملا' میں نے عمرہ کی سعادت بھی حاصل کی لیکن غلطی صرف یہ لگی کہ خودکش حملہ آور کوئی اور تھا' میں تو آپ کے سامنے حاضر ہوں۔ لیکن اس سے کوئی فرق نہ پڑا۔ برطانوی حکومت ایک قبر پر حسیب کی تختی لگوا چکی تھی۔

حقیقت یہ ہے کہ 9/11 کے فوراً بعد کروسیڈی جنگ کا اعلان کرنے والا جارج بش اب اس تگ ودو میں ہے کہ اس جنگ کو مسلم بمقابلہ غیر مسلم جنگ بنا دیا جائے۔ اسی لئے بھارت سے ایسے معاہدے کئے گئے ہیں جو امریکی آئین کے نہ سہی' امریکی روایات کے یقیناً خلاف ہیں۔ مثلاً ایک ایسے ملک کے ساتھ سویلین ایٹمی تعاون کا سمجھوتہ کرنا جس نے این پی ٹی پر دستخط نہیں کئے ہوئے۔ پھر یہ کہ دنیا کے کسی حصہ میں دہشت گردی ہو' اس کا ملبہ پاکستان پر ڈال دیا جائے۔ اس لئے کہ پاکستان واحد اسلامی ملک ہے جس کے ایٹمی دانت ہیں۔ وہ اس مسلم بمقابلہ غیر مسلم جنگ میں سب سے پہلے پاکستان کے ایٹمی دانت توڑنا چاہتے ہیں۔ بدقسمتی سے دنیا کے کسی اسلامی ملک میں مقبول عوامی قیادت نہیں ہے بلکہ سول یا فوجی آمر مسلط ہیں جنہیں اپنی کرسی کے تحفظ کے لئے بیرونی مدد کی ضرورت ہے۔ اس بے وفا کرسی کی چاہت میں یہ مسلم حکمران اپنے ہم وطنوں کی اہانت کرنے اور اُن کا خون بہانے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ لہٰذا موجودہ جنگ غیر مسلم قوتوں اور مسلمان عوام کے درمیان ہو رہی ہے۔ ہمارے حکمرانوں پر تو یہ حقیقت اس وقت منکشف ہوگی جب کوئی بش کسی مشرف یا کسی حسنی مبارک پر اسلحہ تان کر یہ تاریخی جملہ دہرائے گا کہ تم اپنوں کے نہیں بنے' ہمارے کیسے بنوگے۔

ہماری رائے میں سفید سامراج دہشت گردی کی آڑ میں جو جنگ مسلمانوں پر مسلط کر رہا ہے' اس کی دو بڑی وجوہات ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ رب العزت نے مسلمان ممالک کو سیال سونے سمیت بہت سی معدنیات سے بے تحاشا نوازا ہے۔ غافل مسلمان اس دولت کی اہمیت وافادیت سے ناآشنا ہے' لہٰذا یا تو سرے سے اس دولت سے مستفید ہی نہیں ہو رہا یا اللہ کی ان نعمتوں کو قلیل داموں میں غیروں کے ہاتھ فروخت کر رہا ہے۔ سفید سامراج اس دولت پر مکمل اور بلاشرکت غیرے قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ عراق پر حملہ کی یقیناً ایک ظاہری وجہ یہی ہے۔ دوسری اور اہم تر وجہ یہ ہے کہ مغرب کے سرمایہ دارانہ جمہوری نظام کے مقابلے میں مسلمانوں کے پاس بھی ایک نظریۂ حیات ہے۔ اگرچہ اس نظریۂ حیات کو وہ صرف نوکِ زبان یا نوکِ قلم پر رکھتے ہیں لیکن بذاتِ خود اس نظریۂ حیات میں اس (باقی صفحہ نمبر 17 پر)

"تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر"

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

جلد 14 — شمارہ 28

4 تا 10 اگست 2005ء
28 جمادی الثانی تا 4 رجب المرجب 1426ھ

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

مجلس ادارت
سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا
فرقان دانش خان۔ سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
67-اے' علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو' لاہور-54000
فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن لاہور-54700
فون: 5869501-03

قیمت فی شمارہ 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرون ملک......250 روپے
بیرون پاکستان
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (1500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (2200 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا تمام مضمون نگار حضرات کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں

سید قاسم محمود

بالِ جبریل کی چھٹی غزل

پریشاں ہو کے میری خاک آخر دل نہ بن جائے
جو مشکل اب ہے یارب' پھر وہی مشکل نہ بن جائے

نہ کر دیں مجھ کو مجبورِ نوا فردوس میں حُوریں!
مرا سوزِ دروں پھر گرمیٔ محفل نہ بن جائے!

کبھی چھوڑی ہوئی منزل بھی یاد آتی ہے راہی کو
کھٹک سی ہے جو سینے میں غمِ منزل نہ بن جائے

بنایا عشق نے دریائے ناپیدا کراں مجکو!
یہ میری خود نگہداری مرا ساحل نہ بن جائے!

کہیں اس عالمِ بے رنگ و بو میں بھی طلب میری
وہی افسانۂ دُنبالۂ محمل نہ بن جائے!

عروجِ آدمِ خاکی سے انجم سہمے جاتے ہیں
کہ یہ ٹوٹا ہوا تارا مہِ کامل نہ بن جائے!

1۔ میں سراپا عشق ہوں۔ عشق میری رگ وپے میں سمایا ہُوا ہے' اس لیے مرنے کے بعد بھی عشق میرے جسم سے جدا نہ ہوگا۔ لہٰذا میری مٹی پھر ''دل'' کی صورت اختیار کر لے گی اور دل چونکہ مرکزِ عشق ہے' اس لیے میں پھر عشق میں مبتلا ہو جاؤں گا۔ یعنی جس مصیبت میں اِس حیاتِ مستعار میں گرفتار ہوں' حیاتِ بعد الموت میں بھی اُس سے رہائی نہ ملے گی۔

2۔ حیات بعد الموت میں اگر میرا گزر جنت میں ہُوا تو حُوریں یقیناً میری طرف ملتفت ہوں گی' لیکن چونکہ میں عاشقِ صادق ہوں' اُن کو دیکھ کر مجھے اپنا محبوب یاد آئے گا' اور میں اُس کی یاد میں آہ و نالہ پر مجبور ہو جاؤں گا۔ لہٰذا مجھے اندیشہ ہے کہ میرے سوزِ دروں کی بدولت جنت میں بھی وہی ہنگامہ برپا نہ ہو جائے جو اِس دنیا میں برپا ہے۔

3۔ محبت میں ایسا بھی ہوتا ہے کہ عاشق اپنے محبوب کی تلاش میں نکلتا ہے اور جہاں اُس کے محبوب نے قیام کیا تھا' وہ بھی اُسی منزل میں قیام کرتا ہے۔ پھر وہ اُس کی تلاش میں آگے چلتا ہے' تو کبھی چھوڑی ہوئی منزلیں اُسے یاد آتی ہیں اور اس منزل کی یاد' صحرانوردی کے دوران میں اُسے بے چین و مضطرب کر دیتی ہے۔ اقبال کہتا ہے کہ مجھے اندیشہ یہ ہے کہ یہ کھٹک (منزلِ جاناں کی یاد) کہیں بڑھتے بڑھتے غمِ منزل نہ بن جائے' اور اگر ایسا ہو گیا تو بہت بُرا ہوگا' کیونکہ پھر اُس منزل کے غم میں عاشق تلاشِ محبوب سے غافل ہو جائے گا۔

4۔ عشقِ حقیقی کا خاصہ یہ ہے کہ وہ عاشق کو معشوق کے رنگ میں رنگین کر دیتا ہے' یعنی اُس میں بھی لامحدودیت کی شان پیدا ہو جاتی ہے۔ اقبال نے اِس حقیقت کو ایک اور شعر میں یوں بیان کیا ہے:

سما سکتا نہیں پہنائے فطرت میں مرا سودا
غلط تھا اے جنوں شاید ترا اندیشۂ صحرا

لیکن اگر سالک معشوق کی ذات میں فنا ہو جانے کی بجائے' اپنی ذات کی طرف بھی ملتفت رہے تو یہ التفات (خود نگہداری) بعض اوقات اُس کی شان لامحدودیت کو زائل کر دیتا ہے' اور اس زوال کو اقبال نے ''ساحل'' سے تعبیر کیا ہے' یعنی عشق تو انسان کو ''دریائے بے کراں'' بنانا چاہتا ہے' لیکن اگر عاشق اپنی ذات کا تصوّر بھی باقی رکھے تو پھر یہ دریا بے کراں نہیں ہو سکتا' اُس کا تصورِ ذات' اُس کے لیے بہ منزلۂ ساحل بن جاتا ہے۔

5۔ اِس شعر میں ''دنبالۂ محمل'' کی ترکیب قابلِ تشریح ہے۔ ''دنبالہ'' کا مطلب ہے وہ چیز جو دُم سے مشابہ ہو۔ ''محمل'' کے معنی ہیں کجاوہ' ایک قسم کی ڈولی جو اُونٹ پر باندھتے ہیں۔ ''افسانۂ دُنبالۂ محمل' تلمیح ہے' جس میں مجنوں کے اُس مشہور واقعے کی طرف اشارہ ہے کہ ایک دفعہ مجنوں نے اپنا ایک قاصد لیلیٰ کے پاس روانہ کیا تھا' لیکن خود بھی بڑی دُور تک محمل کے ساتھ ساتھ قاصد سے باتیں کرتا ہوا چلا گیا تھا کہ جب تم لیلیٰ سے ملو تو یہ کہنا' یہ کہنا۔ اقبال کہتا ہے کہ جب میں بعد وفات اِس عالمِ رنگ وبُو سے منتقل ہو کر اُس نئے عالمِ رنگ وبُو میں پہنچ جاؤں گا تو مجھے اندیشہ یہ ہے کہ کہیں میری طلب مجھے پھر کوچۂ محبوب میں جانے پر مجبور نہ کر دے' اس طرح کہ میں وہاں سے کسی قاصد کو محبوب کے پاس بھیجوں اور اُس کے ساتھ باتیں کرتا ہُوا' اُس نئے عالمِ رنگ وبو سے دوبارہ اُسی پہلے والے عالمِ رنگ وبُو میں نہ پہنچ جاؤں۔

6۔ ''انجم'' لفظی معنی ستارے' لیکن مُراد ساکنانِ عالمِ بالا یعنی فرشتے۔ ''ٹوٹا ہُوا تارا'' کنایہ ہے حضرت آدم علیہ السلام اور اولادِ آدم سے۔ ''مہِ کامل'' استعارہ ہے' اور اس سے مُراد ہے آدم کا اپنے مرتبۂ کمال کو پہنچ جانا یعنی مقامِ خلافتِ الٰہیہ پر فائز ہو جانا۔ اقبال کہتے ہیں کہ جب حضرت آدم علیہ السلام جنت سے نکالے گئے تو فرشتے یہ سمجھتے تھے کہ ہبوطِ آدم' زوالِ آدم ثابت ہوگا' لیکن جب انہوں نے اولادِ آدم یا مردِ مومن کا عروج دیکھا تو اب بہت سہمے ہوئے ہیں' اور انہیں یہ اندیشہ لاحق ہے کہ کہیں یہ ٹوٹا ہُوا تارہ مہ کامل نہ بن جائے' یعنی ایسا نہ ہو کہ خاک کا یہ حقیر پُتلا ہم پر تفوق اور برتری حاصل کر لے۔

یہ غزل مسلسل ہے اور اوّل سے آخر تک اقبال نے ہر شعر میں ایک خاص اندیشے کا اظہار کیا ہے۔ پوری غزل اندیشہ ہائے گوناگوں سے لبریز ہے۔ ہر شعر سے عشق کی کسی نہ کسی صفت کا اظہار ہے۔ گویا اقبال نے یہ غزل ''درشانِ عشق'' لکھی ہے۔

عالمی دہشت گردی اور مسلمانوں کے لیے لائحہ عمل

مسجد دار السلام باغ جناح لاہور امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید صاحب کے 22 جولائی کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

آج کل جو حالات ہیں پوری دنیا کے اس امت کے پاکستان کے خارجی بھی اور داخلی بھی، ان سب کے حوالے سے ہمیں جو ضروری رہنمائی درکار ہے وہ یقیناً اسی قرآن حکیم میں موجود ہے۔ اسی نسبت سے سورۂ روم کی آیات 41 تا 44 کو میں نے آج موضوع بنایا ہے۔ پہلی آیت بارہا آپ نے سنی ہوگی ﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ﴾ "بر و بحر میں یعنی پوری دنیا میں فساد برپا ہو چکا ہے"۔ ﴿بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ﴾ "لوگوں کے اپنے ہاتھوں کی کمائی کے سبب"۔ یہ لوگوں کی اپنی سیاہ کاریاں، ان کے اپنے کرتوت، ان کے اپنے مظالم، ان کے اپنے جرائم کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ظالم نہیں ہے کہ وہ خواہ مخواہ زمین میں فتنہ و فساد کی فضا پیدا کر دے: ﴿لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا﴾ "تاکہ اللہ تعالیٰ انہیں ان کے کچھ اعمال کا مزہ چکھائے"۔ کچھ جرائم کی سزا دنیا میں ہی دے کر۔ اور اس کا حاصل کیا ہوگا: ﴿لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾ "تاکہ وہ لوٹیں (سیدھے راستے کی طرف)۔ شاید کہ رجوع کریں اللہ کی طرف۔

جب یہ آیت نازل ہوئی اس وقت پوری دنیا میں شرک اور کفر کے اندھیرے تھے، اور اسی کے حوالے سے فتنہ و فساد کا راج تھا۔ اسی اندھیرے میں خورشیدِ نبوت طلوع ہوا۔ یہ آیات آج کل کے حالات پر بھی پوری طرح صادق آ رہی ہیں۔ پوری دنیا میں اس وقت بے امنی، بے سکونی، بے چینی، بے اصولی، ظلم و تعدی، دھونس اور دھاندلی کا راج ہے، جس کی لاٹھی اس کی بھینس کا قانون ہے۔ جس کے ہاتھ میں طاقت ہے وہ اپنے ظلم اور جبر کو طاقت کے زور پر حق ثابت کرتا ہے۔ جو مظلوم ہیں انہیں طاقت کے زور پر مجبور کیا جا رہا ہے کہ وہ مانیں کہ وہ دہشت گرد ہیں۔ جنہیں ظلم و ستم کا نشانہ بنایا گیا وہ آہ کرنے کی بھی جرأت کریں تو انہیں ظالم اور بے انصاف قرار دیا جاتا ہے۔ یہ فساد آج پوری دنیا میں برپا ہے۔ یہ انسانوں کے اپنے جرائم، ظلم اور ناانصافی کا نتیجہ ہے۔

یہ فساد پھیلانے والے کون ہیں؟ جب دنیا کا سب سے زیادہ civilized ملک بے انصافی، ظلم، دھاندلی اور دھونس پر اتر آئے اور بے اصولی کی انتہا کر دے، اور دنیا کی ساری عالمی طاقتیں بھی اس بے اصولی میں اس کا ساتھ دیں تو پھر دنیا تو لازماً فساد کا گڑھ بن جائے گی۔ چنانچہ اس ظلم اور ناانصافی کے نتیجے میں آج کی دنیا واضح طور پر دو حصوں میں بٹ چکی ہے۔ ایک طرف دہشت گرد ہیں، جبکہ دوسرا طبقہ وہ ہے جو دہشت زدہ ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اصل دہشت گرد کون ہے؟ اس سوال کے دو جوابات دیئے جاتے ہیں۔ ایک تو پوری دنیا کا میڈیا اور عالمی طاقتیں راگ الاپ رہے ہیں کہ مسلمان دہشت گرد ہیں اور بقیہ پوری دنیا دہشت گردی کا شکار ہے، لیکن دوسری طرف تاریخ کی گواہی ہے۔ تاریخ کو اٹھا کر دیکھیں پوری مسلم ہسٹری میں جب بھی مسلمانوں کا یہودیوں یا عیسائیوں سے کوئی باہمی معاملہ یا ٹکراؤ ہوا ہے، ہمیشہ مسلمانوں نے حسن سلوک کیا، ان کے ساتھ خیر خواہی کا معاملہ کیا۔ صلیبی جنگوں کی تاریخ اٹھا کر دیکھ لیجیے۔ اسی طرح یہود کی تاریخ اٹھایئے، وہ مسلم سپین کو اپنی تاریخ کا سنہرا دور (golden era) قرار دیتے ہیں، یعنی سب سے زیادہ پُرامن، سب سے زیادہ خوشحال اور سب سے زیادہ محفوظ و مامون دور۔ یورپی مؤرخین مانتے ہیں کہ ہم نے ہمیشہ مسلمانوں کے ساتھ ظلم کیا، بدترین خونریزی کی، بے اصولی کا معاملہ کیا، لیکن مسلمانوں نے اصولوں کے ساتھ معاملہ کیا، ان کا رویہ ہمیشہ احسان کا تھا۔ ساری دنیا جانتی ہے کہ آج سب سے بڑا دہشت گرد اسرائیل ہے جو فلسطینیوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ رہا ہے اور اتنا ہی بڑا دہشت گرد امریکا ہے جو اس کے ظلم اور ناانصافی کو سپورٹ کر رہا ہے۔ جب اسرائیل کے خلاف UNO کی جنرل اسمبلی میں قرارداد پاس ہوتی ہے تو ویٹو کون کرتا ہے؟ حالانکہ ساری دنیا متفق ہے کہ اسرائیل ظلم کر رہا ہے۔ اصل دہشت گرد تو وہ ہیں جو ظلم کے مرتکب ہوتے اور ظلم کو سپورٹ کرتے ہیں۔ امریکہ طاقت کے نشے میں آج کا فرعون بن چکا ہے جیسا کہ فرعون کے بارے میں قرآن میں ہے کہ ﴿إِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْأَرْضِ﴾ کہ فرعون نے زمین میں سرکشی اور تکبر کا مظاہرہ کیا ﴿وَجَعَلَ أَهْلَهَا شِيَعًا﴾ "اور اس نے اپنے ملک کے باشندوں کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا تھا"۔ ﴿يَسْتَضْعِفُ طَائِفَةً مِنْهُمْ﴾ "ان میں سے ایک کو ظلم اور زیادتی کا نشانہ بناتا تھا۔ ﴿يُذَبِّحُ أَبْنَاءَهُمْ﴾ "ان کے بچوں کو وہ ذبح کر دیتا تھا۔ ﴿وَيَسْتَحْيِي نِسَاءَهُمْ﴾ "اور زندہ چھوڑ دیتا تھا ان کی عورتوں کو اور بچیوں کو"۔ ﴿إِنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِينَ﴾ (قصص) "یقیناً وہ فساد کرنے والوں میں سے تھا۔" وہ اپنے وقت کا بدترین فسادی اور دہشت گرد تھا۔ آج دنیا کو دو حصوں میں تقسیم کر کے ایک کو ظلم و ستم کا نشانہ بنانا اور پھر جو ظلم کرنے والے ہیں ان کو سپورٹ کرنا یہ کردار کس کا ہے؟ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے کہ حقیقی دہشت گرد وہی ہیں۔ امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے افغانستان پر حملہ کس اصول کے تحت کیا تھا، حالانکہ جرم ثابت ہی نہیں تھا؟ بلکہ جو چیز ثابت ہو رہی ہے وہ یہ کہ نائن الیون سارا ڈرامہ تھا۔ یہ اسلام کے خلاف بہت بڑی سازش ہے۔ لہٰذا بڑی پلاننگ کے ساتھ اس کے بعد مسلمانوں کو نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ سب سے پہلے افغانستان کو ٹارگٹ کیا گیا۔ ویسٹ سے آوازیں اٹھی تھیں کہ ثبوت نہیں ہے کیسے حملہ کریں۔ ہمیں تو یہ بھی توفیق نہیں ہوئی کہ یہ بات کریں، ہم نے کہا جی بالکل آپ کے ساتھ بڑا ظلم ہوا ہے، ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ اس طرح ہم نے بے انصافی، بے اصولی، دھاندلی اور ظلم کا ساتھ دیا اور وہاں کے ہزاروں باشندوں کو خاک و خون میں نہلا دیا۔ کیا صرف یورپ اور امریکہ کے باشندے انسان ہیں باقی سارے کیڑے مکوڑے ہیں؟ وہاں ایک قتل ہو جائے یا کوئی کسی مسلمان کی زیادتی کا نشانہ بن جائے تو پوری دنیا میں طوفان کھڑا کر دیا جاتا ہے۔ یہاں ہزاروں بے گناہ مار دیئے جائیں، پاؤں تلے مسل دیئے جائیں، ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے؟ یہ کون سا انصاف، کون سا اصول ہے۔ عراق کو ناحق دہشت گردی کا نشانہ امریکہ نے بنایا، افغانستان پر امریکہ نے ناحق حملہ کیا اور تمام عالمی طاغوتی طاقتوں نے اس کا ساتھ دیا۔ بتایئے دہشت گرد کون ہے؟ درحقیقت اس سارے معاملے کے پیچھے یہود کا ہاتھ ہے۔ یہود نے اس سے پہلے بھی ایسے کارنامے کیے ہیں، ان کی تاریخ ایسی ہی داستانوں سے بھری ہوئی ہے۔ نائن الیون کا ڈرامہ یہود نے رچایا ہے۔ اسی طرح یہ جو 7/7 کا جو واقعہ ہوا ہے یہ بھی اصل میں یہود کی کارروائی ہے۔ جہاں بھی امریکہ اور اسرائیل کی

جارحیت کے خلاف جذبات پیدا ہونے لگتے ہیں وہیں پر اس قسم کا ڈرامہ رچا دیا جاتا ہے' تاکہ امریکہ مخالف جذبات کا رُخ مسلمانوں کی طرف مڑ جائے۔ اگر یہ مان بھی لیں کہ ان واقعات میں مسلمان ملوث ہیں تو یہ ردِّعمل ہے اس چیز کا جو ظلم آپ کر رہے ہیں۔ اصل ملزم یہ نہیں اصل ملزم تو وہ ہیں جنہوں نے ظلم اور ناانصافی کی حد کر دی ہے اور جوابی دہشت گردی کا جواز پیدا کیا ہے۔ برطانیہ کے تھنک ٹینک اور لندن کے میئر نے یہ بات کہی ہے کہ یہ افغانستان اور عراق کا ردِّعمل ہے۔ الحمدللہ ایسے لوگ وہاں بھی موجود ہیں جو حق بات کہہ دیتے ہیں۔ ہمارے صدر صاحب بھی جب UNO میں پہلی مرتبہ گئے تھے تو جنرل اسمبلی میں انہوں نے یہ بات کہی تھی کہ دہشت گردی کے جو اصل اسباب ہیں ان کا سدِّباب کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ معلوم کیا جائے کہ یہ لوگ کیوں ایسا کرنے پر مجبور ہوئے ہیں۔ جو اصل سبب ہے اس کو دور کیا جائے گا تو دہشت گردی ختم ہو جائے گی' انہوں نے بالکل ٹھیک نشاندہی کی تھی لیکن عملاً وہ خود بھی انہی دہشت گرد عالمی طاقتوں کے دست راست بن گئے!!

حاصل کلام یہ کہ اس وقت دنیا میں یقیناً فتنہ وفساد اور دہشت گردی کا دور دورہ ہے' لیکن یہ حقیقت بھی سمجھ لیجئے کہ اصل دہشت گرد یہود ہیں اور وہ کہ جو ان کے ظلم وزیادتی اور بے انصافی کی پشت پناہی کرنے والے ہیں یعنی امریکہ اور اس کے اتحادی ممالک۔

ہمارے لئے ایک نہایت اہم غور طلب بات یہ ہے کہ نائن الیون ہو یا 7/7 ہو' نزلہ پاکستان پر کیوں گرتا ہے؟ اصل سوال یہ ہے کہ ہر واردات کا کُھرا پاکستان تک کیوں پہنچایا جاتا ہے؟ ہمارا کیا قصور ہے؟ حالانکہ 7/7 کے واقعے میں سیدھی سی بات یہ ہے کہ وہ برٹش نیشنل تھے' وہاں کی شہریت ان کے پاس تھی۔ مشرف صاحب نے ٹھیک کہا ہے کہ وہ برطانوی تھے۔ لیکن پھر ان کے دباؤ کے تحت مدارس پر جو کریک ڈاؤن کر رہے ہیں اس کا کیا جواز ہے۔ اصل معاملہ یہ ہے کہ پاکستان کو کارنر کیا جا رہا ہے' جہاں بھی ایسے واقعات ہو رہے ہیں کہا جا رہا ہے کہ پاکستانی ملوث ہیں' گویا ان کا اصل ٹارگٹ پاکستان ہے۔ ہمیں بھی ﴿لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا﴾ کے اصول کے مطابق ہمارے جرائم کی سزا مل رہی ہے۔ ہم بھول گئے ہیں کہ پاکستان کس وعدے پر لیا تھا۔ انگریز اور ہندو کی دوہری غلامی سے نجات پانے کے لئے دعائیں مانگ مانگ کر پاکستان لیا تھا۔ ﴿وَاذْكُرُوا إِذْ أَنتُمْ قَلِيلٌ مُّسْتَضْعَفُونَ فِي الْأَرْضِ﴾ ''ذرا یاد کرو اس وقت کو تعداد میں تم کم تھے تم پر زمین میں ظلم وستم وزیادتی کی جا رہی تھی''۔ ہمارے حوالے سے مفہوم یہ ہوگا کہ یاد کرو جب ہندو غالب تھے۔ تمہیں ہر شعبے میں دبایا گیا تھا۔ ہندو تمہیں کارنر کر رہا تھا' اسے برٹش گورنمنٹ کی سپورٹ حاصل تھی۔ ﴿تَخَافُونَ أَن يَتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ﴾ ''تمہیں اندیشہ ہو گیا تھا کہ تمہارا وجود مٹا دیا جائے گا''۔ ہندو شدھی اور سنگھٹن کی تحریکیں چلا رہا تھا۔ برطانیہ تمہارا دشمن تھا' ہندو تمہارا دشمن تھا۔ ﴿فَآوَاكُمْ﴾ تو ہم نے تمہیں ایک ٹھکانہ' ایک پناہ گاہ عطا فرمائی۔ ﴿وَأَيَّدَكُم بِنَصْرِهِ﴾ ''اور اپنی نصرت سے تمہیں مزید تقویت پہنچائی''۔ تمہیں ہر قسم کے Resources سے نوازا۔ ﴿وَرَزَقَكُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ﴾ ''تمہیں پاکیزہ رزق عطا کیا''۔ ﴿لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾ (انفال) ''تاکہ تم شکر بجالاؤ اللہ کا''۔ مسلمان کا شکر اللہ کے ساتھ کیا ہے؟ زبان سے بھی شکر ادا کرے اور اللہ کے آگے سر بھی جھکائے کہ پروردگار سارا انعام تیرا ہے' تو ہی مالکِ حقیقی ہے' لہٰذا تیرا ہر حکم سر آنکھوں پر۔ تیری اس دھرتی پر جو تو نے عطا کی ہے ہم تیرا نظام قائم کریں گے' اسے ایک مثالی فلاحی اسلامی ریاست بنائیں گے۔

لیکن ہم نے 57 سالوں میں اسلام کے لیے کیا کیا؟ بلکہ ہم دنیا پرستی' دولت پرستی' مفاد پرستی اور علاقائی عصبیت پرستی میں آگے بڑھتے گئے۔ کم وبیش ہمارا ہر طبقہ خواص ہوں یا عوام' جدید تعلیم یافتہ ہوں یا مدارس کے پڑھے ہوئے ہوں' اگرچہ ہر طبقہ میں لاکھوں میں ایک کے مصداق کچھ افراد تو ایسے نظر آ جائیں گے' جو انفرادی سطح پر امانت و دیانت اور صداقت کے تقاضے پورے کر رہے ہوتے ہیں' لیکن پوری قوم کی حالت کو دیکھئے کون سا ایسا طبقہ ہے' جس پر ہم انگلی رکھ کر کہیں کہ ہاں اس نے پاکستان بننے کے بعد اپنی ذمہ داریوں کے حوالے سے مثالی رول ادا کیا ہے' کسی نے صحیح مسلمانوں والا کردار ادا کیا' نفاذِ اسلام کے لیے حقیقی کام کیا۔ کیا یہ خطۂ زمین ہمیں اس لیے دیا گیا ہے کہ دنیا سمیٹیں؟ نہ حقوق اللہ کی پرواہ نہ حقوق العباد کی' ایک دوسرے کے گلے کاٹیں؟ یہ شکر ادا کیا ہم نے؟ حالانکہ ہمیں تو اللہ نے یہ خطہ دے کر آزمایا تھا ﴿ثُمَّ جَعَلْنَاكُمْ خَلَائِفَ فِي الْأَرْضِ مِن بَعْدِهِمْ لِنَنظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ﴾ (یونس) ''تم پر ظلم ہو رہے تھے پھر ہم نے تمہیں زمین میں غلبہ اور اقتدار دے دیا تاکہ ہم دیکھیں کہ اب تم کیا عمل کرتے ہو''۔ اللہ کے اس انعام کے جواب میں تمہارا طرزِ عمل کیا ہوتا ہے

۔

لیکن آج ہم کیا کر رہے ہیں۔ ہمارے لیے راستہ کون سا تھا؟ اللہ کے دین کو تھامنا اور قائم کرنا یا وقت کے فرعونوں اور ابلیسی طاقتوں کا آلۂ کار بننا؟ آگے سورۂ روم کی انہی آیات میں پڑھیے ﴿قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن قَبْلُ﴾ ''اے نبی! ان سے کہیے کہ ذرا زمین میں چلو پھرو اور دیکھو کیا انجام ہوا ان قوموں کا جو ان سے پہلے گزری ہیں''۔ بڑی بڑی تہذیبیں تھیں' قومِ ثمود' قومِ عاد' قومِ فرعون' قومِ لوط علیہ السلام' قومِ شعیب علیہ السلام' اہلِ مدین' یمن میں' قومِ سبا۔ ذرا گھوم پھر کر دیکھو' اپنے اپنے وقت کے فراعنہ کا کیا حشر ہوا تھا؟ آج کے فرعون کا بھی وہی حشر ہوگا' ''ہر کمالے را زوالے'' ﴿كَانَ أَكْثَرُهُم مُّشْرِكِينَ﴾ ''ان میں سے اکثر مشرک تھے''۔ مشرک کون ہوتا ہے؟ اللہ کو بھی مانتا ہے اور ساتھ شرک بھی کر رہا ہے۔ آج کے فرعون بھی اللہ کو تو مانتے ہیں لیکن اس کی حاکمیت کو نہیں مانتے۔ اسی سورۂ مبارکہ میں ایک رکوع پہلے فرمایا کہ ﴿وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ مِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا﴾ (الروم) ''(اے مسلمانو!) تم مشرکین میں سے مت بننا۔ آگے مشرک کی وضاحت آ رہی ہے۔ وہ جنہوں نے اپنے دین کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے اور گروہوں میں بٹ گئے' یہ بھی شرک ہے۔ پورے دین کو تھامنے کے بجائے دین کے ایک حصہ کو پکڑ لیا۔ باقی کو اپنی زندگی سے مستقلاً خارج کر دیا۔ حالانکہ دین تو ایک وحدت ہے۔ ارشادِ ربانی ہے: ﴿ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً﴾ دین میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ۔ جزوی بندگی' جزوی اطاعت اللہ کو قبول نہیں ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر 85 میں صاف کہہ دیا کہ جو لوگ جزوی بندگی کرنا چاہتے ہیں جنہوں نے جزوی زندگی کو اپنا مستقل وطیرہ بنا لیا' وہ سن لیں کہ دنیا میں ان کی سزا ذلت و رسوائی ہے اور آخرت میں شدید ترین عذاب سے دوچار ہوں گے۔ ایک صورت یہ ہے کہ پورے دین پر انسان نے چلنے کا عزم کیا ہے کسی وقت کہیں کوتاہی ہو گئی توبہ استغفار کیا' کفارہ ادا کیا پھر سیدھے راستے پر آ گئے۔ ایک یہ روش کہ طے کر لیا کہ معیشت کا معاملہ تو دین سے خارج ہی رہے گا۔ معاشرت میں بھی ظاہر بات ہے کہ زمانے کا چلن اور تقاضے ہی مقدم رہیں گے وہ تو اس دور کے لئے تھے آج کے لئے نہیں (معاذ اللہ) بہرحال قرآن کی رو سے یہ نہایت سنگین جرم ہے

آگے فرمایا: ﴿فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ الْقَيِّمِ﴾ (الروم) اب اہم بات آئی کہ مجھ سے اور آپ سے ان حالات میں تقاضا کیا ہے۔ فرمایا: اپنے رخ کو سیدھا رکھو دینِ قیم کی طرف' اس دین جو حضور ﷺ کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے تمہیں عطا فرمایا ہے۔ دینِ توحید' دینِ اسلام' اسی کی طرف یکسو ہو جاؤ۔ پورے دین کو اختیار کرو کیونکہ اسلام کا مطلب ہے ہر شعبہ زندگی میں اللہ کے حکم کے آگے سر جھکا دینا۔ اب وہ حکم چاہے مسجد سے متعلق ہو یا نماز سے' اس کا تعلق معاشرت سے ہو' اس کا تعلق معیشت سے ہو' اس کا تعلق عدالت سے ہو' سب احکام اللہ کے ہیں۔ ہر جگہ آنحضور ﷺ کا اسوہ موجود ہے۔ یہ نہیں کہ ع ''بتوں سے

تجھ کو امیدیں خدا سے نا امیدی' والی کیفیت ہو' یعنی مان تو اللہ کو رہے ہیں لیکن دین کے حصے بخرے کر لیے اور اللہ سے توقع نہیں ہے کہ وہ ہماری مدد کرے گا بلکہ امریکہ سے توقع وابستہ کر رکھی ہے کہ قوت تو اس وقت امریکہ کے ہاتھ میں ہے' لاٹھی اس کے ہاتھ میں ہے' لہٰذا جو وہ کہے سر آنکھوں پر۔ یہ اسلام نہیں ہے' خواہ ایسی روش اختیار کرنے والے نے حج کیے ہوں' عمرے کیے ہوں' خواہ اسے چھ بار بیت اللہ کے اندر جانے کا شرف حاصل ہوا ہو۔ اسلام تو پوری زندگی کے ہر گوشے میں اللہ کی اطاعت کا نام ہے۔ اس معیار کو سامنے رکھ کر ہر شخص اپنے گریبان میں جھانکے کہ وہ کتنا مسلمان ہے۔ ورنہ مغل بادشاہ اکبر بھی مسلمان تھا جس نے اسلام کی بجائے دین الٰہی رائج کرنے کی کوشش کی اور اس کے وہ نورتن بھی بڑے نام نہاد اسلامی سکالر تھے' جنہوں نے دین اکبری کو فروغ دینے کے لیے اکبر کا ساتھ دیا اور دین کا حلیہ بگاڑا' وہ بھی خود کو مسلمان کہتے تھے۔ اسی طرح آج روشن خیالی کے حوالے سے اسلام کا جو نیا ایڈیشن پیش کیا جا رہا ہے اسے دین امریکی کہہ لیجیے یا دین پرویزی' یہ اسلام نہیں ہے۔ اسلام تو یہ ہے کہ اپنے رخ کو یکسو کرو قرآن وسنت کی طرف یعنی اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کی طرف۔ ﴿فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ الْقَيِّمِ﴾ دین القیم کی طرف رخ کرو۔ دین تو پورے نظام اطاعت کا نام ہے۔ دین زندگی کے ہر گوشے پر حاوی ہے۔ اس کی طرف یکسو ہو جاؤ۔ اپنا فکری قبلہ بھی درست کرو اور عملی قبلہ بھی درست کرو۔ ان حالات میں ہمارے لیے قرآن کی یہ رہنمائی ہے جو ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔ اس سے اگر ہم رہنمائی حاصل نہیں کریں گے تو ایک حدیث کے الفاظ کے مطابق:

> ''جو قرآن کو چھوڑ کر اپنے دائیں بائیں سے
> رہنمائی حاصل کرنے کی کوشش کرے گا اللہ اسے
> گمراہ کر کے چھوڑے گا''۔

راستہ تو یہ ہے: ﴿فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ الْقَيِّمِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ﴾ اس سے پہلے کہ وہ دن آ جائے اللہ کی طرف سے کہ پھر اس کو لوٹایا نہیں جا سکے گا' وہ اٹل ہوگا۔ ابھی ہمیں چھوٹے چھوٹے جھٹکے دیئے جا رہے ہیں بڑا عذاب بھی آ سکتا ہے۔ ہماری اسلامی تاریخ میں سپین کے ساتھ یہ معاملہ ہو چکا ہے۔ یہ نہ سمجھیے کہ مسلمان ہر قسم کے عذاب سے محفوظ ہیں۔ سپین میں آٹھ سو سال مسلمانوں نے حکومت کی تھی۔ پھر وہاں سے ان کا نام و نشان مٹ گیا۔ اس سے پہلے کہ اللہ کا آخری حکم آ جائے یہ راستہ ہے اس کو اختیار کرو۔ ﴿يَوْمَئِذٍ يَّصَّدَّعُوْنَ﴾ اس سے ایک مراد تو یہ ہے کہ اس دن لوگ الگ الگ ہوں' ٹکڑیوں میں بٹ جائیں گے' قیامت کا دن بھی آئے گا کہ جب چھانٹی ہو جائے گی کون سچے مسلمان ہیں' کون ہیں کہ جو نام کے مسلمان ہیں اور کون ہیں جو مشرک ہیں۔ وہاں کوئی اپنی لفاظی سے کسی کو دھوکہ نہیں دے سکے گا۔ یا پھر یہ مفہوم ہے کہ اس دنیا میں بھی حالات اہل حق کے لئے خواہ کتنے ہی ناسازگار نظر آتے ہوں' بالآخر اللہ کا فیصلہ غالب ہوگا' آنحضور ﷺ کے دور میں بھی دین غالب ہوا اور آپ ﷺ کی بشارت موجود ہے کہ قیامت سے قبل کل روئے ارضی پر اللہ کا دین غالب ہو کر رہے گا۔ اور پھر لوگ بالکل واضح طور پر الگ ہو جائیں گے یعنی کون حزب اللہ ہیں اور کون اہل شیاطین' سب کی چھانٹی ہو جائے گی۔ (واللہ اعلم) ﴿مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ﴾ جس کسی نے کفر کیا' ناشکری کی تو اس پر اس کی ناشکری کا وبال آ کر رہے گا۔ دیکھیے ایک وبال وہ ہے جو سزا کی شکل میں آخرت میں آنا ہے' ایک وبال انہی آیات میں بیان ہوا کہ جرائم کی کچھ سزا اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی دیتا ہے۔ اس کے پیچھے حکمت یہ ہے کہ شاید لوگ ہوش میں آئیں' اپنا طرزِ عمل اور اپنا قبلہ درست کر لیں۔ ہم نے پاکستان جیسی عظیم نعمت کو پا کر جو طرزِ عمل اختیار کیا وہ بدترین ناشکری ہے۔ بجائے اس کے کہ اس دھرتی پر رب کا نظام قائم کرتے' دنیا کو اسلامی نظام کی برکات دکھاتے' دورِ حاضر کے حوالے سے اسلام کی اصل روح کا دنیا کو نظارہ کراتے' جس کے لئے یہاں پر بہترین مواقع تھے لیکن ہم نے ان کو ضائع کیا۔ اب بھی ہم کیا کر رہے ہیں' حسبہ بل پیش ہوا گویا قیامت آ گئی لفظی اصلاح وترمیم کی گنجائش تو ہر انسانی تحریر میں ممکن ہے لیکن اس کی روح کو اگر دیکھیں تو ہر وہ مسلمان جسے اللہ نے زمین میں تمکن واقتدار عطا فرمایا ہو' اس کے ذمے ہے کہ: ﴿اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ﴾ (حج:41) ''وہ لوگ (مسلمان) جنہیں ہم غلبہ اور اقتدار عطا فرمائیں وہ نماز کا نظام قائم کرتے ہیں' زکوٰۃ کا نظام قائم کرتے ہیں''۔ ان دو الفاظ کے پیچھے اگر آپ گہرائی میں جائیں گے تو نماز کا نظام یعنی حقوق اللہ کی بھی وہاں پر پوری طرح حفاظت ہوتی ہے' جبکہ زکوٰۃ کا نظام کفالت عامہ کا نظام ہے جو حقوق العباد کا جامع ترین نظام ہے۔ وہ اس نظام کو بھی اس کی صحیح روح کے ساتھ قائم کرتے ہیں: ﴿وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ مسلمانوں کا اصل مشن یہ ہے کہ وہ بھلائی کو نافذ کرتے ہیں اور برائی کو جڑ سے اکھاڑ پھینکتے ہیں۔

لیکن کہاں ہے وہ نظام۔ 57 برسوں میں تو کہیں قائم نہیں ہوا۔ آج اگر سرحد حکومت نے کچھ قدم اٹھایا بھی ہے تو اس کی مخالفت کی جا رہی ہے۔ ہم تو کہتے ہیں کہ بحیثیت مسلمان صدر صاحب کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ سورۃ الحج کی مذکورہ بالا آیت کے مطابق اپنی اس دینی ذمہ داری کو ادا کریں۔ ٹھیک ہے' آپ اگر یہ سمجھتے ہیں کہ سرحد حکومت حسبہ بل کو قانون کا درجہ دینے سے آئینی مسائل پیدا ہو جائیں گے تو یہ نیک کام آپ پورے ملک میں خود کیوں نہیں کرتے؟ آپ کیجیے ساری قوم آپ کے ساتھ ہوگی۔ کہا جا رہا ہے کہ یہ آئین سے متصادم ہے۔ دو متوازی عدالتی نظام قائم ہو جائیں گے۔ کئی متوازی عدالتی نظام اپنا آپ خود پہلے سے چلا رہے ہیں فیڈرل شریعت کورٹ الگ ہے۔ نیب الگ ہے' دہشت گردی کی کورٹس الگ ہیں۔ جبکہ ہائی کورٹس اور سپریم کورٹس کا نظام ہے۔

آگے فرمایا: ﴿وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا﴾ ہاں جو نیک کام کرے صراط مستقیم پر چلے ﴿فَلِاَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ﴾ وہ اپنے ہی لیے راستہ ہموار کر رہے ہیں۔ دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ کی مدد انہیں حاصل ہوگی اور آخرت میں بھی وہ اپنے لیے کامیابی کا رستہ ہموار کر رہے ہیں۔ انہی آیات میں آگے یہ فرمایا ہے: ﴿وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ جو اس طرح کے سچے مسلمان ہوں (سچے مومن ہوں) صراط مستقیم پر چلنے والے' پورے دین کو قائم کرنے والے' پورے دین کو اختیار کرنے والے' ان کی مدد کرنا ہمارے ذمے ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں۔ ورنہ ہم تو اس وقت بے دست و پا ہیں۔ پہلے امریکہ کا دباؤ تھا اب برطانیہ کا دباؤ بھی برداشت کرنا پڑ رہا ہے اس کے بعد اور کس کس کا دباؤ آنا ہے اور پھر کس کس پر کریک ڈاؤن کرنا پڑے' کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ نجات کا ایک ہی راستہ ہے۔ قرآن کے اس دیئے ہوئے لائحہ عمل کو اختیار کریں۔ ضروری نہیں کہ راتوں رات تبدیلی آ جائے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ قادر ہے' ہو بھی سکتا ہے لیکن اس کے لیے تیار رہیں کہ 57 سال کے جو جرائم ہیں ان کے ازالہ میں وقت لگے گا۔ اس راستے پر چلتے وقت قربانیوں کے لیے تیار ہونا پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائشیں بھی آئیں گی لیکن پھر جب اللہ کی مدد آئے گی تو کوئی قوت تم پر غالب نہیں آ سکتی۔ یہ اللہ کا اٹل فیصلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حکمرانوں سمیت ہم سب کو سچا مسلمان بنائے اور اس قرآنی لائحہ عمل پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ (مرتب: فرقان دانش خان)

تنظیم اسلامی اور مروجہ سیاست

انجینئر نوید احمد، کراچی

سیاست (مادہ س و س) کے معنی ہیں اجتماعی امور کی تدبیر و انتظام کرنا۔ سیاست دین کے اجتماعی پہلو کا ایک اہم شعبہ ہے۔ حدیث مبارکہ ہے:

((كَانَتْ بَنُو اِسْرَائِيلَ تَسُوْسُهُمُ الْاَنْبِيَاءُ كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ، وَاِنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ)) (متفق عليه)

''بنو اسرائیل کی سیاست ان کے انبیاءؑ کرتے تھے۔ جب ایک نبیؑ کا انتقال ہو جاتا تو دوسرا نبی ان کا جانشین بن جاتا''۔

اور بقول اقبال:

جلالِ پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو
جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

سیاست کی دو اقسام ہیں' انتخابی سیاست اور انقلابی سیاست۔ انتخابی سیاست کا مقصد ہوتا ہے حکومت کی تبدیلی اور اس کے ذریعہ نظام میں جزوی اصلاح ہوتی ہے جبکہ انقلابی سیاست کا ہدف ہے نظام کی تبدیلی اور یہ کل نظام کی اصلاح چاہتی ہے۔ انتخابی سیاست ہی مروجہ سیاست ہے اور معروف معنی میں سیاسی جماعت اُسی کو سمجھا جاتا ہے جو انتخابی سیاست میں حصہ لے رہی ہو۔ تنظیم اسلامی معروف معنی میں سیاسی جماعت نہیں کیونکہ اس کے پیشِ نظر انتخابی نہیں بلکہ انقلابی سیاست ہے۔ اس کی مندرجہ ذیل وجوہات ہیں:

1) رائج الوقت جمہوری نظام کی بنیاد انسانی حاکمیت کے تصور پر ہے اور یہ نہ صرف شرک بلکہ اللہ کے خلاف بغاوت ہے۔ حاکمیت صرف اور صرف اللہ کی ہے۔ قرآن حکیم میں یہ حقیقت بار بار بیان کی گئی:

﴿اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ﴾ (الانعام:57' یوسف:67,40)

''حکم دینے کا اختیار کسی کے لیے نہیں سوائے اللہ کے''۔

﴿وَّلَا يُشْرِكُ فِىْ حُكْمِهٖۤ اَحَدًا﴾ (الکہف:26)

''وہ (اللہ) اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا ہے''۔

بقول اقبال:

سروری زیبا فقط اُس ذاتِ بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اِک وہی باقی بتانِ آزری

پہلے انسانی حاکمیت کا دعویدار فرعون اور نمرود کی طرح کوئی ایک شخص ہوتا تھا اور اب گندگی کے اس ٹوکرے کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے کئی اراکین اسمبلی کے سروں پر رکھ دیا گیا ہے۔ جمہوریت ایک فریب ہے اور اصل میں بادشاہت ہی کا چربہ ہے۔ اقبال کی معرکۃ الآرا نظم ابلیس کی مجلسِ شوریٰ میں ابلیس کا ایک مشیر کہتا ہے:

ہم نے خود شاہی کو پہنایا ہے جمہوری لباس
جب ذرا آدم ہوا ہے خودشناس و خودنگر
کاروبارِ شہر یاری کی حقیقت اور ہے
یہ وجودِ میر و سلطاں پر نہیں ہے منحصر
مجلسِ ملت ہو یا پرویز کا دربار ہو
ہے وہ سلطاں غیر کی کھیتی پہ ہو جس کی نظر

2) موجودہ نظام کے تحت اسمبلیوں میں قانون سازی کے لیے فیصلہ کن چیز شریعت نہیں بلکہ محض اراکین کی عددی اکثریت ہے جس کے بارے میں قرآن کا دوٹوک فیصلہ ہے:

﴿وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِى الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ۝﴾ (الانعام: 116)

''اگر تم کہنا مانو گے زمین میں بسنے والوں کی اکثریت کا تو وہ تمہیں گمراہ کر دیں گے' وہ پیروی نہیں کرتے مگر گمان کی اور وہ نہیں ہیں مگر قیاس آرائیاں کرنے والے''۔

لہٰذا اس نظام کی چھتری تلے انتخابی سیاست میں حصہ لینا وقت ضائع کرنے کے مترادف ہے۔ ہماری کوشش تو اس نظام کو جڑ سے اکھاڑ کر ختم کرنے کی ہونی چاہیے۔

3) موجودہ نظام ظالمانہ اور استحصالی ہے اور اس کی اصلاح محض حکومت کی تبدیلی سے ممکن نہیں۔ یہاں جاگیرداری اور سودی معیشت کے ذریعہ ایک طبقہ سیاہ و سفید کا مالک ہے' اُس کے قبضہ میں سارے وسائل اور ذرائع ابلاغ ہیں جن کی بنیاد پر انتخابات میں اسی طبقہ کے عناصر کامیاب ہوتے ہیں' اپنی لوٹ کھسوٹ جاری رکھتے ہیں اور اپنے مفادات کو تحفظ دیتے ہیں' لہٰذا انتخابی عمل میں حصہ لے کر اس طبقہ کو ظلم و ستم سے روکا نہیں جا سکتا۔ بظاہر یہ نظام جمہوری ہے لیکن اس کی حقیقت بقول اقبال یہ ہے کہ:

کاروبارِ شہر یاری کی حقیقت اور ہے
یہ وجودِ میر و سلطاں پر نہیں ہے منحصر
مجلس ملت ہو یا پرویز کا دربار ہو
ہے وہ سلطاں غیر کی کھیتی پہ ہو جس کی نظر

اور

دیوِ استبداد جمہوری قبا میں پائے کوب
تو سمجھتا ہے یہ آزادی کی ہے نیلم پری

4) انتخابی سیاست کا مقصد ہوتا ہے حکومت کی تبدیلی' لہٰذا رفتہ رفتہ ترجیحات بدل جاتی ہیں۔ حکومت وقت کو گرانا اولین ترجیح اور اسلام کا نفاذ ثانوی اہمیت اختیار کر جاتا ہے۔

5) کوئی دینی جماعت الیکشن میں کوئی قابلِ ذکر کامیابی حاصل بھی کر لے تو بیوروکریسی اور مقتدر قوتیں اُسے اسلام کی طرف پیش قدمی نہیں کرنے دیتیں۔ الجزائر میں ایک دینی جماعت انتخابات میں کامیاب ہوئی لیکن فوج نے اس جماعت کو اقتدار کے حصول سے محروم رکھا۔

6) تجربات سے ثابت ہو چکا ہے کہ پاکستان میں اراکین اسمبلی' اسلام کے حوالے سے کوئی پیش رفت نہ کرا سکے لیکن اسمبلیوں کے باہر احتجاجی سیاست سے اور مظاہراتی مہمات کے ذریعہ مطالبہ' قراردادِ مقاصد' تحریکِ ختم نبوت' جمعہ کی چھٹی' شراب اور جوئے پر پابندی جیسے معاملات پر کامیابی حاصل ہوئی۔

7) مروجہ انتخابی سیاست کے بنیادی اصول مغرب سے درآمد شدہ اور غلط ہیں۔ امیدوار کے لیے کوئی دینی و اخلاقی معیار ہی نہیں۔ رائے دہندگان میں بھی ایک عالم اور جاہل کی رائے مساوی ہے۔ کامیابی کے لیے محض عددی اکثریت کافی ہے' بقول اقبال:

جمہوریت اِک طرزِ حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے

8) انتخابی سیاست میں ہم حکومت اور دیگر جماعتوں کے حریف بن جاتے ہیں اور اب نصح خیر خواہی کے بجائے سارا زور مخالفت اور الزام تراشیوں پر ہوتا ہے۔ دعوت کے نقطۂ نظر سے یہ طرزِ عمل نقصان دہ ہے۔

9) نظام باطل کے سرداروں کی حکمت عملی ہوتی ہے کہ عوام کی توجہ اپنے جبر و استبداد سے ہٹانے کے لیے کچھ وقتی مسائل کھڑے کر دیے جائیں:

خواب سے بیدار ہوتا ہے ذرا محکوم اگر
پھر سلا دیتی ہے اُس کو حکمراں کی ساحری

انتخابی سیاست کی وجہ سے ہم مجبور ہوتے ہیں کہ ان مسائل میں الجھ جائیں جس سے اصل ہدف یعنی عادلانہ نظام کے قیام کی جدوجہد متاثر ہوتی ہے۔

10) انتخابی سیاست میں عوام سے ووٹ لینے ہوتے ہیں لہٰذا اُن کی پسند و ناپسند کو ہمیشہ مقدم رکھنا بلکہ اُن کی

خواہشات کے مطابق چلنا ہوتا ہے۔ جو طور طریقے انہیں پسند ہیں وہیں اختیار کرنے پڑتے ہیں۔ ایک طرف ہم دنیا کے مختلف ممالک میں مسلمانوں پر ہونے والے ظلم وستم پر آنسو بہا رہے ہوتے ہیں اور دوسری طرف کرکٹ میچ میں کامیابی پر یا نام نہاد آزادی کے یوم پر جشن بھی منا رہے ہوتے ہیں۔ ایک طرف مہنگائی اور حکمرانوں کی لوٹ کھسوٹ پر آہ وبکا بھی کرتے ہیں اور دوسری طرف عوام کو قریب لانے کے لیے آتش بازی' لڈی ڈانس اور بھنگڑے بھی ڈال رہے ہوتے ہیں۔

11) انتخابی سیاست میں عوام سے ووٹ لینے ہوتے ہیں لہٰذا کوئی ایسا کام نہیں کرتے جس سے وہ ناراض ہو جائیں۔ ان کے عقائد' سیرت وکردار' رسومات اور بدعات کی اصلاح کا معاملہ پس پشت چلا جاتا ہے کیونکہ اس سے وہ دور یا ناراض ہو سکتے ہیں۔ اس کے برعکس اُن کے دل جیتنے کے لیے ہم اُن کی بدعات' بے جا رسومات اور شرک میں (مزاروں پر حاضری کے ذریعہ) شریک ہو جاتے ہیں۔

12) انتخابی سیاست کا مقصد اقتدار کا حصول ہوتا ہے لہٰذا اس کے لیے جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کے ساتھ ان مل اور بے جوڑ اتحاد بنا کر ہم ان ظالموں اور فاسقوں کو تقویت دے رہے ہوتے ہیں۔ حدیث مبارکہ ہے:

اِذَا مُدِحَ الْفَاسِقُ غَضِبَ الرَّبُّ وَاهْتَزَّ الْعَرْشُ

"جب فاسق کی مدح کی جاتی ہے تو اللہ ناراض ہوتا ہے اور عرش لرزتا ہے"۔ (بیہقی)

13) انتخابی سیاست کا مقصد الیکشن میں کامیابی ہے لہٰذا اس میں اپنی خدمات کی نمود ونمائش کا سلسلہ چار وناچار کرنا پڑتا ہے اور آخرت کے اعتبار سے یہ معاملہ انتہائی مضر ہے۔

14) انتخابی سیاست میں مطمحِ نظر الیکشن میں کامیابی ہوتی ہے لہٰذا توجہات کا رُخ دنیوی بہبود کی طرف زیادہ ہو جاتا ہے اور نصب العین صرف فلاحِ اخروی نہیں رہتا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ حکومتِ اسلامی کا قیام بھی ہو جاتا ہے۔ اب اس کے لیے الیکشن کی مہم اور ووٹنگ کے دوران غیر اخلاقی امور بھی انجام دیے جاتے ہیں۔

15) ایک صوبہ کے عوام کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لیے اُس صوبہ کے اعتبار سے علاقائی' گروہی اور طبقاتی مفادات کی دہائی دی جاتی ہے۔

16) مذہبی جماعتوں کا انتخابات میں باہمی تصادم فرقہ واریت کے فروغ کا سبب بنا۔ ہر جماعت ثابت کرتی ہے کہ ہمارا اسلام اصلی اور صحیح ہے۔

17) اسلام پسند ووٹروں کی تقسیم سے سیکولر اور الحادی قوتوں کو بالواسطہ تقویت ملتی ہے۔

الیکشن' ممبری' کرسی' صدارت
بنائے خوب آزادی نے پھندے
اٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں
نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے

خلاصہ کلام: متذکرہ بالا عوامل اس امر کا تقاضا کرتے ہیں کہ ہمہ گیر اور مکمل انقلاب کے لیے اس طور سے جدوجہد کی جائے کہ محض نظام مملکت چلانے والے ہاتھ ہی تبدیل نہ کیے جائیں بلکہ اوپر سے لے کر نیچے تک ہر ہر سطح پر تبدیلی لائی جائے۔ اس کے لئے فکر وعمل کے جملہ محرکات اور ظاہر وباطن میں تبدیلی کا عمل ناگزیر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تنظیم اسلامی کا ہدف محض ہاتھوں کی تبدیلی نہیں بلکہ ہمہ گیر تبدیلی کا حصول ہے اور تنظیم اسلامی کا یہ خصوصی وصف اسے ایک حقیقی انقلابی تحریک بناتا ہے۔

❁ ❁ ❁

حاصل مطالعہ

مدح سے تکبر پیدا ہونے کا علاج

اگر کسی شخص کی کوئی مدح کرے تو اس کو چاہیے کہ اپنے اعمال اور خطرات ووساوس کا دھیان کرے اور سوچے کہ خدا جانے میرا انجام کس حالت پر ہونا ہے؟ واقعی یہ خوبیاں جو یہ شخص بیان کر رہا ہے اگر مجھ میں موجود بھی ہیں تو ابھی ان کا کیا اعتبار؟ نیز اپنی باطنی بیماریوں اور عیوب پر نظر کرے اور خیال کرے کہ یہ پوشیدہ عیب ایسے ہیں کہ اگر اس مداح کو معلوم ہو جائیں تو میری مدح کبھی نہ کرے۔ غرض مسلمان کو چاہیے کہ اپنی تعریف سُن کر خوش نہ ہو بلکہ اس کو دل سے مکروہ سمجھے۔ اسی کی جانب رسول مقبول ﷺ اشارہ فرماتے ہیں کہ "مداح کے منہ میں مٹی بھر دو" حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی جب مدح ہوتی تھی تو یوں دعا مانگتے تھے کہ

اَللّٰھُمَّ لَا تُؤَاخِذْنِیْ بِمَا یَقُوْلُوْنَ وَاغْفِرْلِیْ مَالَا یَعْلَمُوْنَ

(رواہ البخاری فی ادب المفرد' رقم الحدیث ۷۶۱)

"اے اللہ تعالیٰ جو کچھ یہ کہتے ہیں اس کا مجھ سے مواخذہ نہ کرنا اور میرے ان گناہوں کو بخش دے جو کہ یہ نہیں جانتے"

وزادا لبیھقی فی شعب الایمان مِنْ طریق آخر:

وَاجْعَلْنِیْ خَیْرًا مِّمَّا یَظُنُّوْنَ

"اور مجھے اس سے بہتر بنا دے جو کہ یہ میرے بارے میں گمان رکھتے ہیں۔"

عَنْ ھَمَّامِ بْنِ الْحَارِثِ اَنَّ رَجُلاً جَعَلَ یَمْدَحُ عُثْمَانَ فَعَمِدَ الْمِقْدَادُ فَجَثَا عَلٰی رُکْبَتَیْہِ وَکَانَ رَجُلاً ضَخْمًا فَجَعَلَ یَحْثُوْ فِیْ وَجْھِہِ الْحَصْبَاءَ فَقَالَ لَہٗ عُثْمَانُ مَاشَاْنُکَ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((اِذَا رَاَیْتُمُ الْمَدَّاحِیْنَ فَاحْثُوْا فِیْ وُجُوْھِھِمُ التُّرَابَ))

(رواہ مسلم' کتاب الزھد' باب النھی عن المدح اذا کان فیہ افراط و خیف منہ فتنۃ علی الممدوح)

حضرت ھمام بن حارث ؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی حضرت عثمان ؓ کی مدح کرنے لگا تو حضرت مقداد ؓ اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور وہ بھاری جسم والے تھے۔ انہوں نے اس شخص کے چہرے پر کنکریاں پھینکنا شروع کر دی تو حضرت عثمان ؓ نے حضرت مقداد ؓ سے کہا تم یہ کر رہے ہو؟ حضرت مقداد ؓ نے جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب تم بے جا تعریف کرنے والوں کو دیکھو تو ان کے چہروں پر مٹی پھینکو۔"

مفتی محمد عبدہٗ اور تحریک اتحاد اسلامی

سید قاسم محمود

مصر کے شیوخ اور اہلِ تصوّف سید جمال الدین افغانی کے سخت خلافت تھے' اور قریب قریب ہر مُسلم ملک کے حکمران نے سیّد کی سرگرمیوں کو اپنے اقتدار کے لیے خطرہ تصور کیا۔ اس کے باوجود سید کی تحریک پان اسلامزم کے اثرات' دنیا کے تمام مسلمان دانش وروں کی تحریروں میں آج بھی تلاش کیے جا سکتے ہیں۔ سید افغانی کے ایک سوانح نگار ڈاکٹر ایڈمز نے اپنی کتاب میں افغانی تحریک کے اثرات کے بارے میں لکھا ہے:

''اس حیرت انگیز انسان کی سرگرمیاں عملاً پوری دنیائے اسلام اور اُن یورپی ممالک پر بھی حاوی رہیں' جن کی حکومتیں مسلمان اقوام کے معاملات سے سیاسی تعلق رکھتی تھیں۔ افغانستان' ایران' ترکی' مصر' ہندوستان سب ملکوں سے وقتاً فوقتاً سید صاحب کا قوت آموز رابطہ پیدا ہوا اور یہ سب اس ربط سے متاثر ہوئے۔ انقلاب ایران' جس کا آغاز 1891ء میں اجارۂ تمباکو کے خلاف شورش سے ہوا اور آخر 5 اگست 1906ء کو قیام مشروط پر منتج ہُوا' وہ اپنے ابتدائی مراحل میں سید صاحب ہی کے مشورے اور حوصلہ افزائی سے فیض یاب ہُوا تھا۔ 1908ء میں نوجوان ترکوں کی کامیاب تحریک سید صاحب ہی کی شورش کے ماتحت تیار ہوئی تھی' جس کو انہوں نے قیام قسطنطنیہ کے دوران میں پران چڑھایا تھا۔ مصری قوم پرستوں کی وہ تحریک جو اپنے ابتدائی مرحلے میں ''عرابی بغاوت'' کے ناکام ہونے کی وجہ سے خاک میں مل گئی تھی۔ اُس کے ابتدائی محرک سید صاحب ہی تھے۔ اور مصر میں جس ذہنی اور مذہبی بیداری کے علم بردار محمد عبدہٗ تھے' وہ بھی بڑی حد تک سید صاحب ہی کے ممنونِ احسان تھے۔ مائیکل نے شیخ محمد عبدہٗ کی سوانح عمری میں لکھا ہے کہ وہ جہاں کہیں جاتے تھے' اپنے پیچھے بحث ونزاع کا ایک میدان چھوڑ جاتے تھے۔ اور بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ مُسلم ممالک میں قومی آزادی کی تمام تحریکیں اور یورپی مُہم پروری کے خلاف ہنگامے' جو ہم بیس برس سے مشرق کے ملکوں میں دیکھ رہے ہیں' ان سب کا ماخذ محمد عبدہٗ ہی کے پروپیگنڈے میں مضمر ہے'' (ترجمہ: وارث میر)

مصر کے مفتی محمد عبدہٗ نے ترقی پسند جدیدیت کی سوچ اپنے اُستاد اور دوست افغانی (وفات 1896ء) ہی سے حاصل کی اور تجدید واحیاء اور اصلاح کی تحریک کو آگے بڑھانے کے عزم اور جذبے کا سرچشمہ بھی افغانی ہی کی شخصیت تھی۔ مفتی محمد عبدہٗ کی تحریک کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں میں عہد حاضر کے تقاضوں کا مقابلہ کرنے کے لیے نیا شعور اور نئی حرکت پیدا کی جائے۔ ترقی پسندی اور جدید خیالی کی اِس تحریک نے مصر سے باہر' دوسرے اسلامی ممالک کے تعلیم یافتہ لوگوں کو متاثر کیا'۔

استاد اور شاگرد کے باہمی اختلافات

لیکن افغانی اور اُن کے شاگرد کے افکار اور طرزِ عمل میں کچھ اختلاف بھی تھا۔ استاد مرتضٰی مطہری ایرانی اپنی کتاب ''بیسویں صدی کی اسلامی تحریکیں'' میں رقم طراز ہیں:۔

''عبدہٗ اسلامی ممالک کی پرانی بیماریوں کی اُس تشخیص سے مکمل اتفاق کرتے تھے' جو اُن کے استاد نے دریافت کی تھی۔ وہ چیزیں جو عبدہٗ کے ساتھ مخصوص ہیں اور اُس کے استاد میں نہیں ہیں' وہ یہ ہے کہ عبدہٗ نے مسلمانوں کے مذہبی عقائد و خیالات میں خلفشار اور الجھاؤ کی طرف توجہ کی جو مسلمانانِ عالم کے اندر اُس وقت پیدا ہوئے جب انہوں نے جدید مغربی تہذیب کے ساتھ مراسم بڑھائے۔ جدید دنیائے اسلام کے نئے مطالبوں اور تقاضوں پر بھی توجہ کرنا اُن کی خصوصیت ہے۔ کئی صدیوں سے مسلمان زوال اور انحطاط کا شکار تھے' اور اب وہ اتنے کمزور ہو چکے تھے کہ بُرے حالات کا مقابلہ کر سکیں۔ جب عبدہٗ سید جمال الدین افغانی کو چھوڑ کر' مصر واپس آئے تو اُن کے ذہن میں سب سے بڑا مسئلہ یہ پیدا ہوا کہ ''اسلام اور عصرِ حاضر کے تقاضوں'' کے مسئلے کا حل تلاش کیا جائے۔ اِس مسئلے کے حل کے لیے انہوں نے دو چیزوں کو بالخصوص مدِنظر رکھا۔ اول یہ کہ فکری جمود اور علمائے دین کا مصنوعی اور جعلی نظریۂ عقلیت مصری معاشرے کی ترقی کی راہ میں رکاوٹ کا سبب نہ بنے' اور مسلمانوں کی اندرونی طاقت اسلام اور خود اپنے خلاف نہ اُٹھ کھڑی ہو' جیسا کہ بعض اسلامی ممالک میں ہُوا ہے۔ دوم یہ کہ اسلام اور سائنس کی باہمی کشمکش اور معرکہ آرائی میں انتہا پسندی سے گریز کیا جائے اور اسلام کے بنیادی اصولوں کو قربان نہ کیا جائے۔

مفتی محمد عبدہٗ نے بعض ایسے مسائل اٹھائے جو سید جمال الدین افغانی نے نہیں اٹھائے تھے۔ مثلاً اسلام کے چاروں فقہی مذاہب میں فقہ کے مسائل' اجتہاد میں بنیادی حقوق کا خاص خیال' اور فقہ میں جدید قانونی نظام کی ایسی اپنائیت جو روزمرہ کی عملی زندگی کی ضروریات پر پورا اُترے۔ عبادات اور معاملات میں حدِ فاصل قائم کرنا یا دوسرے لفظوں میں آخرت کے رُوحانی' دینی اور مابعد الطبیعی اُمور کو ایک طرف رکھنا اور دنیاوی مادّی زندگی اور دنیاوی امور کو دوسری طرف رکھنا' اور یہ کہ فقیہ آخرت کے اُمور میں اجتہاد کا حق نہیں رکھتا' جبکہ دنیاوی اُمور میں رکھتا ہے۔

سید جمال الدین افغانی انقلاب کے قائل تھے' جبکہ مفتی عبدہٗ نے بتدریج اصلاح پر زور دیا۔ سید کا خیال تھا کہ اسلامی معاشرے میں اصلاح لانے کے لیے پہلے غیر ملکی استعمار اور استبداد کے خلاف جہاد کیا جائے' جبکہ مفتی عبدہٗ کا خیال تھا کہ سیاسی انقلاب کی تعلیم وعمل سے پہلے دینی تعلیم و تربیت پر توجہ دینی چاہیے۔

مفتی صاحب کے حالات زندگی

محمد عبدہٗ مصری کسانوں کے متوسط الحال خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ اُن کے والد عبدہٗ ابن حسن خیر اللہ ترکی النسل تھے' جبکہ اُن کی والدہ کا سلسلۂ نسب خلیفۂ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تک منتہی ہوتا ہے۔ اُن کا کنبہ مصر کے صوبے بحریہ کے ایک گاؤں ''محلات نصر'' میں آ کر آباد ہو گیا تھا۔ محمد عبدہٗ 1849ء میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے معمولی تعلیم کے بعد بارہ برس کی عُمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا۔ اس کے بعد دینی تعلیم کی تحصیل کے لیے قصبہ طنطا کی احمدی مسجد میں بھیجے گئے' لیکن یہاں فرسودہ طریقۂ تعلیم کی وجہ سے اُن کا دل نہ لگا اور ڈیڑھ برس کے بعد اپنے گاؤں چلے آئے اور شادی کر لی۔

محمد عبدہٗ واپس آ کر کھیتی باڑی میں لگ گئے۔ یہاں اتفاق سے اُن کی ملاقات شیخ خِضر درویش سے ہوئی جو اُن کے والد کے خالو تھے۔ شیخ خِضر درویش نے طرابلس الغرب کا سفر کیا تھا اور سنوسی طریقے کے ایک بزرگ سید محمد المدنی سے علمی استفادہ کرنے کے بعد سلسلۂ شاذلیہ میں بیعت کر لی تھی۔ انہوں نے محمد عبدہٗ کو قرآن مجید کے چند اسباق بھی اپنے طریقے پر پڑھائے اور اُنہیں تلقین کی کہ وہ خود کو عوام سے علیحدہ نہ سمجھیں' بلکہ اُن کے ساتھ گھل مِل کر رہیں۔ شیخ درویش کی صحبت سے محمد عبدہٗ کو مزید تعلیم کے حصول کا شوق پیدا ہوا۔

محمد عبدہٗ دوبارہ احمدی مسجد (طنطا) چلے آئے' لیکن

وہ جلد ہی قاہرہ کی مشہور دینی درس گاہ جامع الازہر میں منتقل ہو گئے۔ الازہر کے نصابِ تعلیم میں زندگی کی رُوح مفقود تھی۔ درس میں متنِ کتاب کی شرح ہوتی' شرح کا حاشیہ ہوتا اور حاشیے پر تقریر ہوتی۔ طلبہ کی توجہ فقروں کی نحوی تحلیل اور لفظی بحث پر مرکوز رہتی۔ تاریخ' جغرافیہ اور سائنسی علوم کی کتابوں کا گزر نہ تھا۔ اساتذہ میں متقی شخصیت شیخ حسن الطویل کی تھی' جو قدیم فلسفہ اور ہندسہ کی تعلیم دیتے تھے۔ شیخ حسن الطویل کی مجالسِ درس نے محمد عبدہٗ کے شوقِ علم میں اضافہ کیا' لیکن انہیں علمی اور فکری غذا سید جمال الدین افغانی ہی کے فیضِ صحبت سے ملی۔

سید افغانی کے فیضِ صحبت سے شیخ محمد عبدہٗ نے قوم کی خدمت کا بے پناہ جذبہ پایا۔ دینی اور اجتماعی اصلاح کا شوق پیدا ہوا اور قرآن مجید کی تفسیر و تفہیم کو مقصدِ حیات بنا لیا۔ بالآخر محمد عبدہٗ نے 1877ء میں الازہر سے سند عالمیت حاصل کر کے الازہر ہی میں پڑھانا شروع کر دیا۔ وہ الازہر میں منطق' فلسفہ اور توحید کی تعلیم اور گھر میں بعض طلبہ کو ابنِ مسکویہ کی ''تہذیب الاخلاق'' کا درس دیتے اور چند شوقین طلبہ کو ایک فرانسیسی مصنف اور وزیر Guizot کی ''تاریخ تمدنِ عرب'' (عربی ترجمہ) بھی پڑھاتے۔ 1878ء میں وہ دارالعلوم مصریہ میں تاریخ کے اُستاد مقرر ہوئے تو انہوں نے ''مقدمہ ابن خلدون'' پر کئی خطبات دیے اور طلبہ کو قوموں کے عروج و زوال کے فلسفے سے آشنا کیا۔

اسی زمانے میں وہ مدرسۃ الالسنۃ میں عربی زبان کے معلم مقرر کیے گئے۔ انہوں نے طلبہ میں زبان اور ادب کا صحیح ذوق پیدا کرنے کے علاوہ مضمون نگاری کی مشق بھی کرائی' تاکہ مصریوں کی نوجوان نسل عربی زبان اور اسلامی علوم کا احیاء کرے اور مصری حکومت کی بے راہ روی کی اصلاح کرے۔ وہ اپنے علمی' تعلیمی و تدریسی مشاغل میں مصروف تھے کہ اچانک خدیو مصر رفیق پاشا نے سید جمال الدین افغانی کو ملک بدر کر دیا اور محمد عبدہٗ کو ملازمت سے برطرف کر کے اُن کے گاؤں میں نظر بند کر دیا۔ (ستمبر 1879ء) اُن کی برطرفی کی بڑی وجہ اُن کے سیاسی مقالات اور ترقی پسندانہ خیالات تھے۔

خدیو کے سخت گیر اور ظالمانہ اقدام کے وقت ترقی پسند اور لبرل وزیراعظم ریاض پاشا مصر سے باہر تھے۔ جب بعد میں وہ واپس آئے تو انہوں نے محمد عبدہٗ کو حکومتِ مصر کے سرکاری اخبار ''الوقائع المصریہ'' کے عملۂ ادارت میں شامل کر لیا اور تھوڑی مدت کے بعد وہ چیف ایڈیٹر بنا دیے گئے۔ اس کے علاوہ انہیں تمام اخبارات کا سنسر آفیسر بھی مقرر کر دیا گیا۔ اب سرکاری خبروں کے علاوہ اس اخبار میں ادبی' معاشرتی اور اصلاحی مقالات شائع ہونے لگے۔ شیخ محمد عبدہٗ کے خیال میں مصری قوم کی اصلاح نظامِ تعلیم میں اصلاح و بہتری ہی سے ہو سکتی تھی۔ انہوں نے مروجہ خلافِ شرع رسوم و رواج کی اصلاح کی کوشش کی۔ اُن کے نقد و احتساب سے سرکاری محکمے بھی نہ بچ سکے۔ اخبار کے ذریعے اُن کا سب سے بڑا کارنامہ مصریوں کے جذبۂ حُب الوطنی کو بیدار کرنا اور اُن میں حقوق طلبی کا داعیہ پیدا کرنا تھا۔

شیخ محمد عبدہٗ اپنے علمی اور اصلاحی مشاغل میں مصروف تھے کہ عرابی پاشا کی شورش نے ملک میں ہیجان پیدا کر دیا۔ اس شورش کے آغاز میں محمد عبدہٗ اس سے الگ تھلگ تھے' لیکن جب حُریت پسندوں نے نمائندہ حکومت کے قیام کا مطالبہ پیش کر دیا اور یہ تحریک انگریزوں کے مقابلے میں قومی تحریک بن گئی تو وہ بھی اس کے حمایتی بن گئے۔ اس تحریک کا انجام ناکامی اور انگریزوں کے تسلط سے ہوا۔ اس میں شرکت کے الزام میں شیخ محمد عبدہٗ تین سال کے لیے ملک بدر کر دیے گئے اور 1883ء میں وہ بیروت چلے گئے۔

احیائے علوم

+ ایک متحرک' اُمید افزا' زندہ جریدہ' جس کا دھارا روشن مستقبل کی طرف بہتا ہے
+ ایک فکری سنگم' جہاں مذہب' فلسفہ اور سائنس آ کر ملتے ہیں
+ دنیا بھر کی انسان دوست' فکر انگیز تحریروں کا ماہوار انتخاب
+ اسلام اور سائنس میں دوستی کروانے والی' کسی بھی زبان میں چھپنے والی' قدیم و جدید کتابوں کی تلخیصات' تعارفات' اقتباسات
+ دنیا بھر کی احیائی تحریکوں کی اطلاعات' علومِ جدیدہ میں ہونے والی تحقیقی و ترویجی سرگرمیاں

قیمت 20 روپے ـــــ سالانہ 200 روپے

ادارۂ نشأۃِ اسلامیہ
Institute of Islamic Renaissance
35-B, Iqbal Avenue, Johar Town II,
Lahore-54770, Pakistan Tel 042-5181643
e-mail shahkarf@yahoo.com

محمد عبدہٗ سید افغانی کی خدمت میں

شیخ محمد عبدہٗ کو بیروت آئے ہوئے زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ پیرس سے سید جمال الدین افغانی کا دعوت نامہ ملا۔ اُنہوں نے پیرس جا کر سید افغانی سے مل کر ''العروۃ الوثقیٰ'' نکالنا شروع کیا (1884ء) اس اخبار کا مقصد صحیح دینی عقائد کی اشاعت کے علاوہ تمام مسلم ممالک میں اتحاد و اتفاق پیدا کرنا' قرآن کے فہم کی دعوت دینا اور خلافت راشدہ کے نمونے پر اسلامی حکومت کا قیام تھا۔ اس اثنا میں وہ لندن بھی گئے' انگریز مدبّروں اور پارلیمنٹ کے ممبروں سے مصر اور سوڈان کے مسائل پر گفتگو کی' اور مصریوں کا نقطۂ نظر واضح کیا' لیکن گفت و شنید بے نتیجہ رہی اور شیخ محمد عبدہٗ خالی ہاتھ واپس لوٹے۔ آٹھ ماہ میں ''العروۃ الوثقیٰ'' کے اٹھارہ شمارے نکلے تھے کہ انگریزوں نے اخبار کا داخلہ مصر اور ہندوستان میں بند کر دیا' اس لیے اخبار بند کرنا پڑا۔ سید جمال الدین افغانی نے ایران کا رُخ کیا اور شیخ محمد عبدہٗ واپس بیروت چلے آئے۔

شیخ نے قیامِ بیروت کا یہ زمانہ درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں گزارا۔ وہ بیروت کی دو مسجدوں میں قرآن مجید کا درس دیتے اور مدرسہ سلطانیہ میں معلمی کے فرائض بھی انجام دیتے تھے۔ انہوں نے فارغ اوقات میں ''نہج البلاغہ'' اور ''مقاماتِ بدیع الزماں'' کی شرحیں لکھیں۔ سید افغانی کے فارسی رسالے ''ردّ الدھریین'' کا عربی میں ترجمہ کیا۔ گھر میں بھی اُن کے علمی فیضان کا چشمہ جاری رہتا' جس سے مسلمان اور عیسائی یکساں طور پر مستفید ہوتے۔ اُس زمانے کے شاگردوں میں امیر شکیب ارسلان کا نام خاص طور پر قابلِ ذکر ہے۔

یہ دوپٹے کی تحقیر ہے!

ہمارے ٹی وی ڈراموں میں بالخصوص اور دوسرے عام پروگراموں میں بھی بڑی بوڑھیوں' خادماؤں' نوکرانیوں' مائیوں' فقیرنیوں اور غیر تعلیم یافتہ غریب خواتین کے سروں پر تو دوپٹہ دکھایا جاتا ہے اور اس کے برعکس نوجوان لڑکیوں اور باحیثیت گھر کی خواتین اور تعلیم یافتہ طبقہ نسواں کو ننگے سر دکھایا جاتا ہے' یہ دوپٹے کی کھلی تحقیر ہے۔ دوپٹہ شعائر اسلام میں سے ہے' اس کی تحقیر گناہ ہے۔ اسلامی معاشرتی کونسل بھی کئی مرتبہ سفارش کر چکی ہے کہ ٹی وی پروگراموں میں ''دوپٹہ'' اپنی اصل روح اور حقیقی جذبے کے ساتھ نافذ کیا جائے۔ حکومت کی آئینی ذمے داری ہے کہ وہ ملک میں شعائر اسلام کی عزت و توقیر قائم کرے اور عوام کو ان کے اختیار کرنے کی طرف راغب کرے۔ (مظہر علی ادیب)

روشن خیالی کا جواز کیوں اور کس طرح؟

مرکزی شعبہ دعوت تنظیم اسلامی

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد سینٹ پال نے جو عیسائیت رائج کی اس کی رو سے ان کے روحانی سربراہ پوپ عقل وفہم پر مبنی بات، منطق، لاجک، استدلال یا جدید سائنسی معلومات کے حوالے سے اٹھائے گئے سوالات کا جواب دینے سے قاصر تھا، ان افکار کو دبانے کے لئے پکڑ دھکڑ، پھانسی، جلانا یا ملک بدری کی سزا سنا دیتا تھا۔ اس جبس و جبر کے ماحول میں عمومی طور پر علم بغاوت اُٹھا جس نے پروٹیسٹنٹ فرقے کی شکل اختیار کر لی جبکہ ان کے پیچھے ان کے اصل محرک ان کے صیہونی آقا تھے جو بخوبی جانتے تھے کہ عیسائیت اور یہودیت اپنے اصل سے بہت دور جا چکی ہے۔ آج کی عیسائیت اسی فرقے کے پادریوں کی نفس پرستی کا شکار ہے۔ اور یہ کتاب اللہ کو اپنے نفس کے مطابق بنانے کے لئے اس میں تحریفات کرتے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

﴿فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا﴾ (البقرہ:۷۹)

"سو خرابی ہے ان لوگوں کے لئے جو لکھتے ہیں کتاب اپنے ہاتھوں سے پھر کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے تا کہ اس سے تھوڑی سی قیمت حاصل کریں"۔

اس تحریک نے انسان کے اعتقادی رویوں کو مسترد کیا، خدا کی نفی کی، خیر اور شر کے امتیازات کو بے وقعت بنا دیا اور اعلان کر دیا کہ کسی مذہبی عقیدے کو جو عقل و استدلال کو مطمئن نہیں کرتا، قابل قبول نہیں، ہمیں آگے بڑھنا ہے اور اس دنیا کو سنوارنا ہے۔ ڈیکارت نے اس فلسفے کے مطابق کہا کہ اللہ ایک ہے اور اس کی تخلیق کائنات ایک طرف روح ہے اور دوسری طرف جسم۔ ایک طرف آخرت ہے دوسری طرف دنیا و تین نظر آتے ہیں اور تین نہیں۔ تین کو عقیدہ بنا کر قبول کر لو کہو کہ ہم مانتے ہیں لیکن اصل محنت و جدوجہد اس کائنات کو مسخر کرنے جسم کے لئے سہولیات و آسائش مہیا کرنے اور دنیا کو جنت بنانے کے لئے کی جائے۔ آخرت کی کیا خبر ہے۔ چرچ سے صاف بغاوت کر دی گئی اور اعلان کر دیا گیا کہ ہم چرچ کو صرف مذہبی معاملات تک محدود رکھیں گے وہ بھی ذاتی زندگی کی حد تک۔

ثقافتی، تہذیبی، معاشی و تعلیمی معاملات میں پوپ صاحب کا کوئی دخل نہیں ہوگا۔ اس لبرل ازم، جدت پسندی، روشن خیالی، ترقی پسندی نے یورپ و امریکہ میں خوب کارہائے نمایاں دکھائے اور اس کی آڑ میں صیہونیت نے اپنے مقاصد حاصل کر لئے۔ اب اُن کا ہدف مسلم ممالک میں اپنی قوت کے بل پر اپنے نظریات تھوپنے کی کوشش ہے۔ لیکن اس میں ایک رکاوٹ پیش آ رہی ہے کہ وہ یہ روشن خیالی کس بنیاد پر جبکہ روشن خیالی تو خود اہل مغرب کو اسلام کی عطا کردہ ہے۔ اسلام ہی نے انہیں آزادی سے متعارف کروایا یہ الگ بات ہے کہ یہودیوں نے سازش کر کے اس آزادی کو مادر پدر آزاد بنا دیا، وہ تعلیم جس کے ذریعے انسان اللہ کے قریب ہو سکتا تھا اُسے بگاڑ کا ذریعہ بنا دیا۔ اُسی کے ذریعے اسلام کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی لیکن یہ روشن خیالی منطق، سائنس پورا زور لگانے کے باوجود کامیابی حاصل نہ کر سکے کیونکہ اسلام کی تعلیمات آج بھی صحیح سلامت ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے دور میں تھیں اور کیوں نہ ہوں کہ قرآن اللہ کا قول اور کائنات اللہ کا عمل ہے، دونوں ایک دوسرے کے مطابق ہیں۔ سائنس خود اس کی تائید کر رہی ہے کہ اللہ کا کلام کسی قسم کی تحریف سے پاک اور اسی طرح اللہ کے رسول ﷺ کے فرمودات روز روشن کی طرح عیاں ہیں، تضاد و نقص کیسے آئے۔ انہوں نے عیسائیت کو تو کارزر کر لیا، اب اسلام کا کیا کریں۔ اس کام کے لئے انہوں نے علماء سوء، منافقین کی ایک کھیپ تیار کی جو ان ہی کے مال پر پلتے ہیں اور اُن ہی کے اشاروں پر ناچتے ہیں، جن کا کام ہے کہ وہ قرآن و سنت کی تعلیمات کو اس طرح توڑیں مروڑیں کہ محسوس ہو کہ یہ نام نہاد روشن خیالی ٹھیک ہے اور عین اسلام کے مطابق ہے بلکہ اس سے پہلے لوگ کم عقل تھے جو حقائق کو سمجھ نہ سکے ان کی بے وقوفیوں کی وجہ سے مسلمان ترقی نہ کر سکا۔

اب وہ اسلام کی تعلیمات کو اپنے آقاؤں کی آرزوؤں اور تمناؤں کے مطابق ڈھال رہے ہیں، لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں۔ مسلمانوں میں ایسے ضمیر فروش، دین فروش، نفس پرست جو چند ٹکوں کے عوض اپنا سب کچھ دوسروں کے حوالے کرنے کو تیار رہتے ہیں پائے جاتے ہیں چاہے اکبر کے دور میں ابوالفضل فیضی ہو، انگریز کے دور میں مرزا غلام احمد قادیانی ہو، غلام احمد پرویز ہو، آج مشرف صاحب اپنے معنوی باپ اتاترک، فری میسن کا ایجنٹ، جس نے یہودیوں کو راضی کرنے کے لئے ترکی سے اسلام کو نکال دیا، سے متاثر ہو کر اسی کے نقش قدم پر چلنے کے لئے تڑپ رہے ہیں اور اس مغربی/یہودی روشن خیالی کو مسلمانوں پر ٹھونسنے کی کوشش میں جتے ہوئے ہیں تا کہ اُن کے آقا ان سے خوش ہوں جبکہ جاوید احمد غامدی اور چند مغرب زدہ خواتین اپنے آقا مشرف کو راضی کرنے کے لئے موجودہ نام نہاد روشن خیالی کو اسلام کے لبادے میں چھپانے اور عین اسلام ثابت کرنے کے لئے دل و جان سے حق نمک ادا کر رہے ہیں۔ قرآن پاک اس طرح کے لوگوں کے بارے میں کہتا ہے:

﴿يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ﴾

(نساء: 46)

"یہ لوگ کلام اللہ میں تحریف کرتے ہیں اس کو اس کی جگہ سے ہٹا کر"۔

جس کے بارے میں شاعر کچھ اس طرح کہتا ہے:

روشنی کا ہے یہ دور ہے لیکن دل نہیں ہے کوئی بھی منور
جس کو تنویر سمجھی ہے دنیا تیرگی ہے اُجالا نہیں ہے

یعنی کہ کلام اللہ کی تشریح اپنی خواہشات نفس کے مطابق اس کے اصل احکامات کو پس پشت ڈالتے ہوئے کرتے ہیں۔

تنظیم اسلامی حلقہ گوجرانوالہ کا تین روزہ دعوتی و تربیتی پروگرام

ان شاء اللہ آغاز بروز جمعۃ المبارک 12 اگست 1 بجے دوپہر

خطاب جمعہ: محترم مولانا غلام اللہ حقانی صاحب — موضوع: دور جدید کا علمی چیلنج اور اُن کا حل

بمقام: مسجد فاطمہ نزد بارہ پتھر کرچن ٹاؤن سیالکوٹ شہر — اختتام: 14 اگست قبل نماز ظہر ان شاء اللہ

احباب شریک ہو کر دینی فکر کو سمجھیں اور اپنی دینی ذمہ داری کو نبھائیں۔ غلبہ دین اسلام کے لیے کوشش کریں اور اُخروی کامیابی کا باعث بنائیں۔

برائے رابطہ مزید معلومات: 0300-7446250 0300-9619584

اتحاد کس بات پر؟

یہ بات آج نہ صرف علماء کرام بلکہ ہر چھوٹے بڑے کے منہ پر ہے کہ اتحاد وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔ جب تک تمام مذہبی جماعتیں ایک پلیٹ فارم پر اکٹھی نہیں ہوتیں اور اسلام آباد کی بجائے اسلام کے لیے پر خلوص کوشش نہیں کرتے' نفاذ شریعت کا قیام ممکن نہیں ہے۔ یہ اتحاد محض اقامتِ دین کے لیے ہو۔

یہ بات تو اپنی جگہ سو فیصد درست ہے کہ اتحاد کے بغیر دین اللہ کا قیام محال ہے' جبکہ حدیث نبوی کے مطابق ((الکفر ملّۃ واحدۃ))۔ مزید ستم ظریفی یہ ہے کہ اکثر نام لیوا مسلمان بھی اس نظام کفر کے مفت کے وکیل بنے ہوئے ہیں۔

پانی پانی کر گئی مجھ کو قلندر کی یہ بات
تو جھکا جب غیر کے آگے نہ تن تیرا نہ من

اس کی اصل وجہ دین کی حقیقی روح سے دوری اور مغربی تہذیب کی ظاہری چمک دمک سے متاثر ہونا ہے۔ آج پورے کرۂ ارض پر خُدا دشمن تہذیب کے جھنڈے لہرا رہے ہیں۔ اس نے آج کے مسلمان کو خدا' روح اور آخرت سے بے خبر کر دیا۔ آج کا کلمہ گو یورپ کی جھولی میں گرنے کے لیے بیتاب ہے۔ یہ درحقیقت ان کے جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری ہیں۔ جو لوگوں کے ذہنوں کو کھینچ رہی ہے۔

ہم ہوئے تم ہوئے کہ میر ہوئے
اس کی زلفوں کے سب اسیر ہوئے

سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ اتحاد کس بات پر ہوگا۔ لوگ تو ایک خاص مقصد پر جمع ہوتے ہیں اور پھر اس ہدف کو حاصل کرنے کے لیے ایک خاص راستے کا تعین کرتے ہیں۔ تاکہ اس نہج پر چل کر مقصد حاصل کریں۔

چونکہ ہم مسلمان ہیں۔ ہمارے پاس مکمل نظام حیات قرآن مجید موجود ہے جو لوگوں کے لیے ہدایت ہے۔ اس لیے اس مقصد کے حصول کے لیے ہم قرآن مجید سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔ سورۂ آل عمران میں اللہ نے فرمایا ہے:

﴿وَاعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰہِ جَمِیۡعًا وَّلَا تَفَرَّقُوۡا﴾

اور سب کے سب اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور بکھر نہ جاؤ۔

ہمیں چاہیے کہ قرآن کو مضبوطی سے پکڑیں اور اس پر عمل کریں۔ آگے فرمایا:

﴿یٰۤاَیُّھَا النَّاسُ اعۡبُدُوۡا رَبَّکُمُ الَّذِیۡ خَلَقَکُمۡ وَالَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِکُمۡ لَعَلَّکُمۡ تَتَّقُوۡنَ﴾ (البقرۃ:21)

''اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ''

اللہ کو خالص بندگی مطلوب ہے۔

﴿یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا ادۡخُلُوۡا فِی السِّلۡمِ کَآفَّۃً﴾ (البقرۃ:208)

''اے ایمان والو! تم پورے کے پورے اسلام میں داخل ہو جاؤ''

اب خالص بندگی کے لیے اسلامی انقلاب بہت ضروری ہے۔ اسلامی انقلاب کے بغیر بندگی خالص نہیں ہوتی ہے۔ انفرادی معاملات میں ہم اللہ کے احکام کے تابع ہوتے ہیں۔ لیکن اجتماعی معاملات میں اللہ کے باغی بنے ہوئے ہیں۔ اب چونکہ خُدا کی زمین پر خُدا کا نظام نہیں ہے بلکہ خُدا کی زمین پر دین جمہور کا تسلط ہے۔ تو مسلمانوں پر دین حق کو غالب کرنے کے لیے تگ و دو فرض ہے۔

سورۃ الشوریٰ میں اللہ کا دوٹوک فیصلہ ہے۔

﴿اَنۡ اَقِیۡمُوا الدِّیۡنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوۡا فِیۡہِ﴾(13)

''یہ کہ دین خُدا کو قائم کرو اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا۔''

دیکھیے نماز' روزہ' زکوٰۃ' حج سب اللہ کے احکام ہیں۔ لیکن ان عبادات میں کسی کے بعد یہ الفاظ نہیں آئے ہیں ﴿وَلَا تَتَفَرَّقُوۡا فِیۡہِ﴾ لیکن اقامتِ دین کے ذکر کے فوراً بعد ﴿وَلَا تَتَفَرَّقُوۡا فِیۡہِ﴾ آیا ہے۔

اس سے صاف طور پر واضح ہوتا ہے کہ واقعی اگر مختلف مذہبی جماعتوں کے لوگوں میں خلوص ہو اور وہ اخلاص کے ساتھ اللہ کے دین کے لیے جدوجہد کرنا چاہیں تو ان کو مل کر ''اقامتِ دین'' کے لیے سرگرم عمل ہو جانا چاہیے۔

اِس مقصد کے حصول کے لیے راستہ کونسا ہوگا۔ تو اِس عظیم مقصد کے حصول کے لیے طریقہ بھی وہی ہوگا جس پر چل کر رسول اکرم ﷺ نے انقلاب برپا کیا۔ درحقیقت آج ہمارے ساتھ المیہ یہ ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کا طریق انقلاب بھلایا ہوا ہے۔ امام مالک کا قول ہے۔

((لَا یَصۡلُحُ اٰخِرُ ھٰذِہِ الۡاُمَّۃِ اِلَّا بِمَا صَلَحَ بِہٖ اَوَّلُھَا))

یعنی اس امت کے آخری حصے کی اصلاح نہیں ہو سکے گی مگر اسی طریقے پر جس پر کہ پہلے حصے کی اصلاح ہوئی تھی۔ چنانچہ آج اسلامی انقلاب برپا کرنے کے لیے ہمیں محمد رسول اللہ ﷺ کے انقلاب کا طریق کار اچھی طرح سمجھنا ہوگا اور پھر اسی نہج پر کام کرنا ہوگا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿لَقَدۡ کَانَ لَکُمۡ فِیۡ رَسُوۡلِ اللّٰہِ اُسۡوَۃٌ حَسَنَۃٌ﴾ (الاحزاب:21)

''یعنی تمہارے لیے اللہ کے رسول ﷺ کی شخصیت اور حیات طیبہ میں ایک بہت عمدہ نمونہ موجود ہے''

رسول اللہ ﷺ نے اس انقلاب کو چھ مراحل میں تکمیل کو پہنچایا۔

آپ ؐ نے پہلے انقلاب کا نظریہ پیش کیا۔

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی
عرب کی زمیں جس نے ساری ہلا دی

جن لوگوں نے اِس نظریئے کو قبول کیا ان کو ایک تنظیم میں منظم کیا۔ ان کارکنوں کی تربیت کی۔ ان میں صبر محض کا جذبہ پیدا کیا۔ مسنون تعداد میسر ہونے پر آپ ؐ نے راست اقدام کیا اس کے نتیجے میں آخری مرحلے پر مسلح تصادم ہوا۔

یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم اسلامی انقلاب بھی لانا چاہتے ہیں۔ اور وہ بھی وعظ و نصیحت یا الیکشن کے ذریعے۔ اگر انقلاب خون دیے بغیر آ سکتا تو محمد رسول اللہ ﷺ کے خون سے سرزمین طائف اور میدان احد رنگین نہ ہوتا۔ اب بھی وقت ہے' مختلف تنظیموں اور جماعتوں کے اکابرین کو سوچنا چاہیے کہ اقامت دین کے کام کو مسنون طریقے سے سرانجام دینے کے لیے اتحاد وقت کی اہم ضرورت ہے۔

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

❁ ❁ ❁ ❁

ضرورت رشتہ

کراچی میں رہائش پذیر رفیقات تنظیم اسلامی
☆ عمر 27 سال' تعلیم بی اے ہومیو پیتھک ڈاکٹر
☆ عمر 25 سال' تعلیم ایم اے فائنل (پولیٹیکل سائنس)
برسر روزگار اور دینی مزاج کے رشتے درکار ہیں۔
برائے رابطہ: فون: 021-6943597
موبائل: 0300-2535125

ماں باپ کی نافرمانی

اسماء اعجاز

1۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: اللہ نے تم پر ماؤں کی نافرمانی کو حرام کیا ہے اللہ نے تم پر اس بات کو بھی حرام کیا ہے کہ تم دوسروں سے تو اپنا حق وصول کر لو اور دوسروں کا حق ادا نہ کرو اور اللہ کی زیادہ باتیں بنانا اور کثرت سے سوال کرنا اور مال کے حق کو ضائع کرنا بھی حرام کیا ہے۔ (بخاری)

2۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔ کبیرہ گناہوں میں سے سب سے بڑا گناہ اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور ماں باپ کی نافرمانی ہے۔ (بخاری و مسلم)

3۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ ماں باپ کا نافرمان جنت میں نہ جائے گا اسی طرح دیوث اور وہ عورت جو مردوں کی وضع اختیار کرے۔ (نسائی، بزار)

4۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ تین شخص ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے جنت کو حرام کر دیا ہے۔ ایک ان میں سے ماں باپ کا نافرمان بھی ہے۔ (احمد)

5۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول خدا ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جنت کی خوشبو پانچ برس کی راہ تک پہنچتی ہے مگر ماں باپ کا نافرمان ایسا بدبخت ہے کہ وہ اس کی ہوا سے بھی محروم رہے گا۔ (طبرانی)

مطلب یہ ہے کہ جنت سے انتہائی دور ہوگا۔

6۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا: ماں باپ کے نافرمان کا فرض اور نفل ایک بھی قبول نہیں ہوتا۔ (ابن عاصم)

7۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: شرک، ماں باپ کی نافرمانی، میدان جہاد سے بھاگنا یہ ایسے مذموم فعل ہیں کہ ان کی موجودگی میں کوئی نیک عمل قبول نہیں ہوتا۔ (طبرانی)

8۔ حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اقدس ﷺ نے فرمایا: ماں باپ کے نافرمان کو جنت میں داخل نہ کرنے کا اللہ نے ذمہ لیا ہے: (حاکم)

9۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول رحمت اللعالمین ﷺ نے فرمایا: بڑے بڑے گناہوں میں سے ایک بڑا گناہ یہ بھی ہے کہ کوئی شخص اپنے ماں باپ کو گالی دے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ حضور ﷺ یہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص اپنے ماں باپ کو گالی دے سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ دوسرے کے ماں باپ کو گالی دینا ایسا ہے جیسے اپنے ماں باپ کو گالی دی کیونکہ جب تم دوسروں کے ماں باپ کو برا کہو گے تو وہ یقیناً اس کے بدلہ میں تمہارے ماں باپ کو برا کہتے گا۔ (بخاری، ابوداؤد)

10۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور فخر دو جہاں ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ منجملہ کبائر کے کبیرہ گناہ یہ بھی ہے کہ کوئی شخص اپنے والدین پر لعنت کرے۔ (بخاری و مسلم)

11۔ حضرت عمرو بن حرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ میں نماز پڑھتا ہوں، روزے رکھتا ہوں، زکوٰۃ دیتا ہوں، مجھے اجر ملے گا؟ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ تو قیامت میں نبیوں، صدیقوں، شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔ بشرطیکہ تو ماں باپ کا نافرمان نہ ہو۔ (احمد، طبرانی)

12۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرور کائنات ﷺ نے فرمایا: ماں باپ کی نافرمانی نہ کرنا اگرچہ وہ تجھ کو مال و اہل و عیال سے بھی نکل جانے کا حکم دیں۔

13۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آیا ہے کہ حضور ساقی کوثر ﷺ نے فرمایا: ماں باپ کا نافرمان اور ان کو گالی دینے والا ملعون ہے۔

(طبرانی، ابن حبان)

14۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: ہر گناہ کے بدلہ میں عذاب اور ہر گرفت کو موخر کیا جا سکتا ہے لیکن ماں باپ کی نافرمانی کا گناہ ایسا سخت ہے کہ اس کا مواخذہ مرنے سے پہلے ہی کر لیا جاتا ہے۔ (حاکم)

15۔ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''علقمہ'' نامی ایک شخص جو نماز روزہ کا بہت پابند تھا جب اس کے انتقال کا وقت قریب آیا تو اس کے منہ سے باوجود تلقین کے کلمہ شہادت جاری نہ ہوتا تھا، علقمہ کی بیوی نے رسول کریم ﷺ کی خدمت میں ایک آدمی بھیج کر اس واقعہ کی اطلاع کرائی، آپ نے دریافت فرمایا۔ علقمہ کے والدین زندہ ہیں یا نہیں؟

معلوم ہوا کہ صرف والدہ زندہ ہے اور وہ علقمہ سے ناراض ہے آپ ﷺ نے علقمہ کی ماں کو اطلاع کرائی کہ میں تم سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں تو میرے پاس آتی ہو یا میں خود تمہارے پاس آؤں، علقمہ کی ماں نے عرض کی کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، میں آپ کو تکلیف دینا نہیں چاہتی بلکہ میں خود ہی حاضر ہوتی ہوں، چنانچہ علقمہ کی ماں حضور سرور کائنات ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی آپ ﷺ نے علقمہ کے متعلق کچھ دریافت فرمایا تو اس نے کہا، علقمہ نہایت نیک آدمی ہے لیکن وہ اپنی بیوی کے مقابلہ میں میری ہمیشہ نافرمانی کرتا ہے اس لیے میں اس سے ناراض ہوں آپ نے فرمایا:

اگر تو خطا معاف کر دے تو یہ اس کے لیے بہتر ہے لیکن اس نے انکار کر دیا تب آپ نے حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ لکڑیاں جمع کر دو اور علقمہ کو جلا دو۔

علقمہ کی ماں یہ سن کر گھبرا گئی اور اس نے حیرت سے دریافت کیا کہ میرے بچے کو آگ میں جلایا جائے گا؟

آپ نے فرمایا: ہاں!

اللہ کے عذاب کے مقابلہ میں ہمارا عذاب ہلکا ہے، خدا کی قسم جب تو اس سے ناراض ہے نہ اس کی نماز قبول ہے نہ کوئی صدقہ قبول ہے علقمہ کی ماں نے کہا میں آپ کو اور لوگوں کو گواہ کرتی ہوں میں نے علقمہ کو معاف کر دیا۔

آپ نے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا، دیکھو! علقمہ کی زبان پر کلمہ شہادت جاری ہوا یا نہیں؟

لوگوں نے بیان کیا یا رسول اللہ ﷺ علقمہ کی زبان پر کلمہ شہادت جاری ہو گیا اور کلمہ شہادت کے ساتھ اس نے انتقال کیا، آپ نے علقمہ کے غسل و کفن کا حکم دیا اور خود جنازے کے ساتھ تشریف لے گئے۔

علقمہ کو دفن کرنے کے بعد فرمایا، مہاجرین و انصار میں سے جس شخص نے اپنی ماں کی نافرمانی کی یا اس کو تکلیف پہنچائی ہو تو اس پر اللہ کی لعنت اور سب لوگوں کی لعنت ہوتی ہے، خدا تعالیٰ نہ اس کا فرض قبول کرتا ہے نہ نفل، یہاں تک کہ وہ اللہ پاک سے توبہ کرے اور اپنی ماں کے ساتھ نیکی کرے اور جس طرح ممکن ہو اس کو راضی کرے۔

اس کی رضا (یعنی اللہ تعالیٰ) کی ماں کی رضا مندی پر موقوف ہے اور خدا تعالیٰ کا غصہ اس کے (یعنی ماں کے غصہ میں) پوشیدہ ہے۔ (طبرانی)

قارئین کرام! ان تمام احادیث کی روشنی میں معلوم ہوتا ہے کہ والدین کی خصوصاً والدہ کی نافرمانی کرنا ان کو تکلیف پہنچانا بہت بڑا گناہ ہے لیکن ایک بات یاد رکھیے گا کہ اگر والدین کوئی کام خلاف شرع کرنے کو کہیں تو ہرگز ان کا کہنا نہ مانیں، ورنہ خسارے میں رہیں گے، ہمیں چاہیے کہ ہم والدین کی عزت و احترام کریں اور ان کی بھرپور خدمت کریں تاکہ ہم جیسے گنہگاروں کو اللہ پاک کی خوشنودی حاصل ہو جائے۔

دراصل والدین کی نافرمانی ہی اللہ رب العزت کی نافرمانی ہے اگر ہم نے دنیا و آخرت میں کامیابی حاصل کرنی ہے تو پھر والدین کی نافرمانی سے بچنا انتہائی لازم ہے۔

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے
زیر اہتمام قرآن اکیڈمی کے

رجوع الی القرآن کورس

میں داخلے کے لیے طالبانِ قرآن سے
درخواستیں مطلوب ہیں!

تعلیم یافتہ حضرات کے لیے قرآن حکیم کو سمجھنے اور فہم دین کے حصول کا سنہری موقع

یہ کورس بنیادی طور پر گریجوایٹس اور پوسٹ گریجوایٹس کے لیے ترتیب دیا گیا ہے' تاکہ وہ حضرات جو کم از کم گریجوایشن کی سطح تک اپنی دنیاوی تعلیم مکمل کر چکے ہوں اور اب بنیادی دینی تعلیم بالخصوص عربی زبان سیکھ کر فہم قرآن کے حصول کے خواہش مند ہوں' انہیں اس کورس کے ذریعے ایک ٹھوس بنیاد فراہم کر دی جائے —— تاہم بعض استثنائی صورتوں میں ایف اے کی بنیاد پر بھی اس کورس میں داخلہ لیا جا سکتا ہے۔

نصاب

۱) عربی صرف ونحو ۲) ترجمہ قرآن (تقریباً پانچ پارے) ۳) آیاتِ قرآنی کی صرفی ونحوی تحلیل (تقریباً دو پارے) ۴) قرآن حکیم کی فکری و عملی راہ نمائی (منتخب دروسِ قرآن) ۵) تجوید و حفظ ۶) مطالعۂ حدیث ۷) اصطلاحاتِ حدیث ۸) اضافی محاضرات

○ کورس کا آغاز ان شاء اللہ یکم ستمبر سے ہوگا اور کورس کا دورانیہ نو (9) ماہ ہوگا۔

کورس کا تفصیلی پراسپکٹس

جس میں داخلے سے متعلق ضروری معلومات کے علاوہ کورس میں شامل مضامین کی تفصیل' طریق تدریس اور نظام الاوقات کی وضاحت بھی شامل ہے' درج ذیل پتے سے حاصل کریں:

ناظم برائے ایک سالہ رجوع الی القرآن کورس
36۔کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور
(فون:5869501-03)

QURAN COLLEGE OF ARTS & SCIENCE

Registered & Recognised by the BISE Lahore

دنیوی اور دینی تعلیم کا حسین امتزاج

قرآن کالج آف آرٹس اینڈ سائنس

نگران وسرپرست : ڈاکٹر اسرار احمد

داخلے جاری ہیں

Classes:

- **FA** (Arts Group)
- **FA** (General Science)
- **I.Com** (Banking/Computer)
- **ICS** (Math+Stat+Computer Science)
- **BA** (Ecomomics+Maths)
- **BA** (Other Combination)

- ایک مکمل تعلیمی وتربیتی پروگرام
- بنیادی دینی تعلیم کا خصوصی اہتمام
- بورڈ اور یونیورسٹی کے نصاب تعلیم کی معیاری تدریس
- آڈیو اور ویڈیو سہولتوں سے آراستہ
- لاہور کے خوبصورت اور پرسکون علاقے میں شاندار عمارت
- انتہائی محنتی اور قابل اساتذہ
- ہم نصابی سرگرمیوں میں تحریر وتقریر پر خصوصی توجہ
- مثالی نظم وضبط
- وسیع وعریض' قابل دید' ایئر کنڈیشنڈ آڈیٹوریم
- ہاسٹل کی محدود سہولت' فرنشڈ کمرے
- کمپیوٹر ایپلیکیشنز میں Office 2000 کی لازمی اور مفت تعلیم

مزید تفصیلات کے لئے درج ذیل پتے سے پراسپکٹس طلب کیجئے

قرآن کالج ۱۹۱ اتاترک بلاک' نیوگارڈن ٹاؤن' لاہور ☎ : 5833637

النصر لیب

مستند اور تجربہ کار ڈاکٹروں کی زیر نگرانی ادارہ

ایک ہی چھت کے نیچے تمام اقسام کے معیاری لیبارٹری ٹیسٹ' ایکسرے' ای سی جی اور الٹراساؤنڈ کی سہولیات

محترم ڈاکٹر اسرار احمد کی نگاہ میں قابلِ اعتماد ادارہ

خصوصی پیکج خصوصی میڈیکل چیک اپ ☆ الٹراساؤنڈ ☆ ای سی جی ☆ ہارٹ ☆ ایکسرے چیسٹ ☆ لیور ☆ کڈنی ☆ جوڑوں سے متعلقہ متعدد ٹیسٹ ☆ ہیپاٹائٹس بی اور سی ☆ بلڈ گروپ ☆ بلڈ شوگر ☆ مکمل بلڈ اور مکمل پیشاب ٹیسٹ صرف 1500 روپے میں کروائیں۔

تنظیم اسلامی کے رفقاء اور ندائے خلافت کے قارئین اپنا ڈسکاؤنٹ کارڈ لیبارٹری سے حاصل کریں۔ ڈسکاؤنٹ کارڈ کا اطلاق خصوصی پیکج پر نہیں ہوگا۔

ISO 9001:2000
QMS CERTIFIED CLINICAL LAB
BY MOODY INTERNATIONAL

النصر لیب :950۔بی' مولانا شوکت علی روڈ' فیصل ٹاؤن (نزد راوی ریسٹورنٹ) لاہور
فون:5162185-5163924 موبائل:0300-8400944
E-mail: alnasar@brain.net.pk Website: www.alnasar.com.pk

نئے رفقاء کی امیر حلقہ لاہور سے تعارفی نشست

تنظیم اسلامی حلقہ لاہور میں نئے شامل ہونے والے رفقاء کا امیر حلقہ سے تعارف کا دوسرا پروگرام بروز اتوار قرآن اکیڈمی ماڈل ٹاؤن لاہور کے خواتین ہال میں منعقد ہوا۔ اس پروگرام میں حلقہ لاہور کی دو تنظیم لاہور شرقی اور ماڈل ٹاؤن میں نئے شامل ہونے والے رفقاء مدعو تھے۔ پروگرام کے آغاز میں امیر حلقہ نے تلاوتِ قرآن کے بعد پروگرام کی تفصیل سامعین کو بتائی۔ اس کے بعد نئے شامل ہونے والے رفقاء نے نام، تعلیمی قابلیت، ذریعہ معاش، موجودہ رہائش، تنظیم سے تعارف اور شمولیت کے عنوانات کے تحت اپنا تعارف کرایا۔ تعارف کے اس پروگرام کے بعد ڈاکٹر عارف رشید صاحب نے بانی تنظیم کا تعارف کرایا اور حافظ عاکف سعید صاحب کی جانشینی کی تفصیل بیان کی۔ مزید براں تنظیم اسلامی کے جھنڈے اور Logo کا تعارف کرایا۔ ان کی گفتگو کے بعد امیر حلقہ ڈاکٹر غلام مرتضیٰ صاحب نے مرکزی ناظمین اور تنظیم اسلامی کے تنظیمی ڈھانچہ کا تعارف کرایا انہوں نے ملٹی میڈیا کے ذریعے لاہور کے نقشہ کی مدد سے لاہور کی تنظیم اور ان کی جغرافیائی حدود سے شرکاء کو آگاہ کیا۔ مزید براں رجسٹریشن نمبر کی تفصیل بیان کی۔ پندرہ منٹ کے چائے کے وقفہ کے بعد امیر حلقہ نے ملٹی میڈیا کے ذریعے دینی فرائض کے جامع تصور سے رفقاء کو روشناس کرایا۔ اس کے بعد محسن محمود صاحب نے جماعت اور بیعت کی اہمیت کے حوالے سے گفتگو کی۔ نماز ظہر سے کچھ دیر پہلے شرکاء نے اجتماعی کھانا کھایا اور پھر نماز ظہر کے بعد یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ (مرتب: محمد یونس معتمد حلقہ لاہور)

تنظیم اسلامی کی مبتدی رفقاء کی تربیت گاہ بمقام بیر پانی (باغ) آزاد کشمیر

اقامتِ دین کے لیے کوشاں اور رضائے الٰہی میں سرگرداں تنظیم اسلامی اور اس کے تمام کارکنان ایک مدت سے اس مشن میں مصروف ہیں کہ اللہ کا نظام اس کی زمین پر قائم ہو جائے۔

28 جولائی بعد نماز عصر تربیت گاہ کے پروگرام کا آغاز ہوا۔ مرکزی ناظم تربیت جناب شاہد اسلم صاحب نے اپنا تعارف کرانے کے بعد تنظیم اسلامی کا تفصیلی تعارف کروایا۔ اس لیکچر سے تنظیم اسلامی کے بارے میں مکمل معلومات فراہم ہوئیں۔ شاہد صاحب نے ہمیں تربیت گاہ کے پورے شیڈول سے واقف کروایا۔ شیڈول میں سات روزہ پروگرام کی تمام تفصیل موجود تھی۔

مغرب کی نماز کے بعد شاہد صاحب نے دستور تنظیم اسلامی کے بارے میں ہمیں آگاہ کیا اور ہم تنظیم اسلامی کے نظم سے واقف ہوئے۔ عشاء کے بعد ہم نے کھانا کھایا اور سو گئے۔ قبل از سحر تقریباً ڈھائی بجے رات شاہد اسلم صاحب نے ہمیں جگایا اور ہم سب نے تہجد کی نماز ادا کی۔ ہم سب رفقاء تقریباً تیس لوگ تھے اور مختلف علاقوں سے تعلق رکھتے تھے۔ انفرادی نوافل و اذکار کے بعد شاہد صاحب نے ہمیں مختلف امور کی دعائیں سکھائیں اور ان کا ترجمہ بھی بتایا۔ فجر کے بعد خالد محمود بھائی نے ہمیں درسِ قرآن دیا اور ہمارا ایمان تروتازہ ہو گیا۔ آرام و ناشتے کے بعد سوا آٹھ بجے صبح مرکزی ناظم دعوت محترم رحمت اللہ بٹر صاحب نے اپنے تعارف کے بعد ہمیں ایک جامع لیکچر ''ایمان باللہ'' اور ''ایمان بالرسالت'' پر دیا۔ پہلی مرتبہ ہم مذہب اور دین کے فرق سے آگاہ ہوئے۔ اسی طرح ہم پر یہ بھی واضح ہوا کہ اسلام بحیثیتِ دین ہم پر کیا فرائض و ذمہ داریاں عائد کرتا ہے۔ تقریباً دو گھنٹوں پر مشتمل دو مفصل لیکچروں کے بعد چائے کا وقفہ ہوا اور پھر ساڑھے گیارہ بجے ''ایمان بالآخرۃ'' کی تفصیل رحمت اللہ بٹر صاحب نے بہت خوبصورتی سے واضح کی۔ بٹر صاحب نے لیکچر میں قرآن و حدیث سے بھی بات واضح کی۔ اس لیکچر کے بعد بٹر صاحب نے ''عبادات'' پر ایک اور مدلل اور تفصیلی لیکچر دیا۔ دوپہر سوا ایک بجے ہم نے کھانا کھایا اور بعد از نماز ظہر ہم سب آرام کے لئے فارغ تھے۔ عصر کی نماز سے پہلے چائے پی اور نماز کے بعد وہاں بیر پانی کے مقامی سکول کے ہال میں ہم نے ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے بیان کی ویڈیو ریکارڈنگ دیکھی۔ اس ویڈیو میں ڈاکٹر صاحب نے ''تنظیم اسلامی کے منشور'' کے بارے میں ایک مدلل و مفصل بیان کیا اور ہم تنظیم اسلامی کے منشور سے مکمل آگاہ ہو گئے۔ اس لیکچر نے ہم پر اس امر کی اہمیت بھی واضح کی کہ اب ہمارے معاشرے کی اصلاح صرف اور صرف ''انقلابِ محمدیؐ'' کے طریقۂ کار کے مطابق ہو سکتی ہے۔ بعد از نماز مغرب رحمت اللہ بٹر صاحب نے عقیدۂ آخرت پر ہمیں ایک اور مدلل لیکچر دیا اور بروئے قرآن و حدیث دنیا کی زندگی کی حقیقت سے ہمیں آگاہ کیا۔ عشاء کی نماز کے بعد کھانا کھا کر ہم سب سو گئے۔ یہ تو تھی پہلے دو دنوں کی تفصیل اب باقی پانچ دنوں کے واقعات میں قدرے اختصار سے لکھتا ہوں۔

تیسرا دن (اتوار):

پہلا لیکچر رحمت اللہ بٹر صاحب نے رسومات کے بارے میں دیا۔ ہم معاشرے کی جن رسومات کو دین کا حصہ یا سنت کہہ رہے تھے وہ دراصل ہماری خود تخلیق کردہ و اختیار کردہ ہیں اور ساری ہندوؤں کی رسوم سے مشابہت رکھتی ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے اخلاقیات کے بارے میں مفصل اور بہترین لیکچر دیا۔

صبح گیارہ بجے ہم سب کو ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی تصنیف کردہ کتاب ''مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق'' دی گئی اور ہم سب چار چار ساتھی مختلف گروہوں میں بیٹھ کر اس کا مطالعہ کرنے لگے۔

ہم نے ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی ویڈیو ریکارڈنگ دیکھی جس میں انہوں نے ''اسلام میں عدل اجتماعی کی اہمیت'' کے بارے میں مفصل بیان کیا۔

چوتھا دن (پیر)

صبح سوا آٹھ بجے خالد محمود عباسی صاحب (امیر تنظیم اسلامی حلقہ پنجاب شمالی) نے ''علم کی اقسام اور قرآن'' کے موضوع پر لیکچر دیا۔ اس سے ہم علوم کی اقسام سے واقف ہوئے۔ خالد محمود عباسی نے ہمیں سمجھایا کہ ہم عصر تحریکوں میں دعوت کا کام کیسے کر سکتے ہیں اور ساتھ ہی تمام ہم عصر تحریکوں کے بارے میں پوری معلومات ملیں۔

عباسی صاحب نے ''انفاق فی سبیل اللہ'' کے بارے میں ہمیں لیکچر دیا۔ ہم تو مال کے خرچ کرنے ہی کو انفاق سمجھتے رہے۔

خالد محمود عباسی صاحب نے ہمیں ''مروجہ سیاست اور تنظیم اسلامی'' کے بارے میں بہت سی معلومات و حقائق سے آگاہ کیا اور ہم تنظیم اسلامی کی Policies سے اچھی طرح واقف ہوئے۔

اسی دن ہم نے ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے بیان کی ویڈیو دیکھی جس میں انہوں نے یہ بتایا کہ اسلام کا نظامِ عدل کس طرح قائم ہوگا اور یہ کہ جماعت کی کیا اہمیت ہے؟

پانچواں دن (منگل):

اس دن ڈاکٹر غلام مرتضیٰ صاحب نے ہمیں عبادت' شہادت اور اقامت کے بارے میں بہت تفصیلی اور بہترین تین لیکچرز دیے۔

اس کے بعد خالد محمود بھائی نے ''تزکیۂ نفس'' پر ایک خوبصورت لیکچر دیا۔

ہم نے ویڈیو بھی دیکھی جس میں ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے اسلام کے سیاسی نظام کے بارے میں بحث کی۔

چھٹا دن (بدھ):

اس دن ہم نے تذکرہ کیا اور شاہد اسلم صاحب نے بڑی خوبصورتی سے ہمارے سیکھے ہوئے علم کو دوبارہ تروتازہ کیا اور ہم سب کے دماغ ایک مرتبہ پھر ایمان و اعمال کے حقائق سے لیس ہوئے۔ اس کے بعد ہم سب سدھن گلی (جو بیر پانی سے بھی اونچی ہے) کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں ہم نے بہت خوبصورت مناظر دیکھے اور قدرتِ الٰہی کے شاہکار سے ہم بہت لطف اندوز ہوئے۔

نماز مغرب کے بعد ہم نے ''جہاد فی سبیل اللہ'' کے بارے میں ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی ویڈیو دیکھی اور ہم ''جہاد فی سبیل اللہ'' سے مکمل طور پر آگاہ ہوئے۔

ساتواں اور آخری دن (جمعرات):

اس دن تنظیم اسلامی کے ناظم اعلیٰ اظہر بختیار خلجی صاحب نے ہمیں ''رفقاء'' کے باہمی تعلقات'' کے بارے میں مکمل ہدایات اور احسن طریقۂ کار بتایا۔

ہم امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید صاحب کے روبرو بیٹھے اور انہوں نے ہمیں ''قرارداد

تاسیس تنظیم اسلامی" کے موضوع پر ایک بہترین اور مفصل و مدلل لیکچر دیا کہ کب اور کیوں ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے تنظیم اسلامی کی بنیاد رکھی اور کس طرح تنظیم اسلامی اقامت دین کے لئے سرگرداں ہے۔ امیر صاحب نے فرائض دینی کے جامع تصور کو بڑی خوبصورتی سے واضح کیا کہ آخرت میں نجات حاصل کرنے کا ذریعہ اور راستہ تعلق مع اللہ کی مضبوطی ہے۔ اسی سے ہم شیطان کے شکنجوں سے بچ سکتے ہیں۔ جماعت کا نظم بھی اسی وقت مضبوط ہوگا جب اس کے تمام رفقاء اپنی زندگی کا نصب العین صرف اللہ کی رضا اور اُخروی نجات بنالیں۔ آخر میں بہت خوبصورت اور دل آویز انداز میں اختتامی دعا کی۔

(اللہ امیر صاحب اور تمام ناظمین و منتظمین کو اجر عظیم عطا فرمائیں اور اپنی رحمت کے دروازے ان سب پر کھول دے آمین)

اس تربیت گاہ نے نہ صرف ہمارے ذہن و قلب کی فکر کو گہرائی بخشی بلکہ عملاً ہمیں تزکیۂ نفس کے مراحل پوری طرح طے کرنے میں مدد دی۔ (مرتب: محمد حارث نعمان' پشاور)

بقیہ: اداریہ

قدر قوت ہے کہ وہ افراد کو مسخر کر رہی ہے۔ چنانچہ امت مسلمہ جو اس وقت راکھ کے ڈھیر کی مانند ہے' اس نظریاتی قوت کی بدولت کچھ چنگاریاں اپنے اندر پوشیدہ کئے ہوئے ہیں۔ ہنود و یہود عیسائیوں کی قیادت میں دہشت گردی کی آڑ میں جو جنگ لڑ رہے ہیں درحقیقت وہ جنگ ان چنگاریوں کو بجھا دینے کے لئے اور اسے راکھ کے ڈھیر کا ملبہ بنا دینے کے لئے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلم دشمن قوتوں کی اندھا دھند طاقت اور محیر العقل ٹیکنالوجی اندھیرے میں تیر چلا رہی ہے۔ لیکن اس اندھی جنگ میں جب مسلم دشمن قوتیں برسات کی بارش کی طرح بم برساتی ہیں تو اگرچہ خون مسلم کی خوب ارزانی ہوتی ہے' کیڑے مکوڑوں کی طرح مسلمانوں کی لاشیں سڑکوں پر مسلی جاتی ہے اور ندی نالوں میں بہتی نظر آتی ہیں لیکن وہ جذبہ جسے کچلنے کے لئے بم برکھا برسائی جارہی ہے وہ زندہ ہی نہیں بلکہ اور توانا ہو رہا ہے۔ اس صورت حال کو سمجھتے ہوئے اب مغرب کے دانشور اپنے حکمرانوں کو یہ سبق پڑھا رہے ہیں کہ جن مسلمان حکمرانوں سے تم "کیرٹ اینڈ سٹک (چھڑی اور گاجر) کا کھیل کھیلتے رہتے ہو انہیں حکم دو کہ وہ ان فیکٹریوں کو فوری طور پر بند کر دیں جہاں قال اللہ وقال رسول اللہ کو اذہان و قلوب میں اتار کر ایسا جذبہ اور ولولہ پیدا کیا جا رہا ہے کہ موت زندگی سے عزیز تر ہو جاتی ہے۔ لہٰذا مدارس پر کریک ڈاؤن اسی حکم کی تعمیل میں ہے۔ نادان یہ نہیں جانتے کہ مالکِ کائنات نے پندرہ سو سال پہلے اپنے محبوب پر یہ کلمات نازل فرما دیئے تھے: "یہ اپنے منہ کی پھونکوں سے اللہ کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں اور اللہ اپنے نور کو مکمل فرما کر رہے گا چاہے کافروں کو کتنا ہی ناگوار گزرے"۔ ہمیں رتی بھر بھی غم نہیں کہ اس جرم کی پاداش میں بش اور بلیئر پر کیا گزرتی ہے' تشویش تو اپنوں کے بارے میں ہے جو چند روزہ اقتدار کی خاطر اپنا مستقل ٹھکانہ جہنم میں بنانے پر تلے ہوئے ہیں۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ ہمارے ان مسلمان بھائیوں کو ہدایت دے اور صراطِ مستقیم پر گامزن کرے۔ آمین!

پریس ریلیز — 2 اگست 2005ء

حکومت' دینی مدارس پر کریک ڈاؤن سے گریز کرے

امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے صدر پرویز مشرف کی طرف سے مدارس میں زیر تعلیم غیر ملکی طلبہ کو پاکستان چھوڑ دینے کے حکم پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ یہ مدارس دینی علوم کے وارث اور محافظ ہیں۔ صدر مشرف کے پاس دینی مدارس میں مسلح تربیت اور دہشت گردی و تخریب کاری کے اگر ثبوت موجود ہیں تو وہ ضرور کاروائی کریں ورنہ محض اپنے بیرونی آقاؤں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے دینی مدارس پر کریک ڈاؤن سے گریز کریں۔ بصورت دیگر مدارس کے ساتھ چھیڑ خانی سنگین نتائج کی حامل ہو سکتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ بنیادی دینی تعلیم کا حصول ہر مسلمان کا دینی فریضہ ہے۔ اگر کالجوں اور یونیورسٹیوں کے طلباء کے تعلیمی نصاب میں قرآن و حدیث کی تعلیمات اور ضروری دینی علوم شامل نہیں تو یہ ایک بہت بڑی کمی ہے۔ حکومت دینی مدارس کے نصاب کو بدلنے کی بجائے اس جانب توجہ دے تو اسلامی جمہوریہ پاکستان کے مستقبل کے اعتبار سے یہ زیادہ بہتر ہوگا۔ انہوں نے مزید کہا کہ حکومت تعلیمی بجٹ اپنے چند مخصوص منظور نظر تعلیمی اداروں اور میڈیا پر بے فائدہ پروپیگنڈے پر ضائع کرنے کی بجائے عام تعلیمی اداروں اور دینی مدارس پر خرچ کرے تو نہ صرف یہ کہ ان کا معیار تعلیم مزید بہتر بنایا جا سکتا ہے بلکہ خواندگی کی شرح میں بھی اضافہ کیا جا سکتا ہے جو وقت کی اہم ضرورت ہے۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

پریس ریلیز — 29 جولائی 2005ء

یہ دنیا دار الامتحان ہے

ایک اسلامی حکومت کا کام یہ ہے کہ وہ اللہ کے ماننے والوں کو اللہ کی بندگی کے لیے سازگار ماحول فراہم کرے۔ فحاشی و عریانی، ناچ گانے، جشن بہاراں اور بسنت جیسے غیر اسلامی کاموں کا فروغ دینے والی حکومت اسلامی نہیں کہلا سکتی۔ یہ بات ناظم دعوت تنظیم اسلامی چوہدری رحمت اللہ بٹر نے مسجد دار السلام باغ جناح میں خطاب جمعہ کے اختتام پر کہی۔ انہوں نے کہا کہ یہ دنیا دار الامتحان ہے۔ یہاں پر کیے جانے والے اعمال کا بدلہ جزا و سزا کی صورت میں آخرت میں ملے گا۔ انسان کے عمل میں کمزوری آنے کا سبب یہ ہے کہ اس کا آخرت پر یقین نہیں رہتا وہ آخرت کے حوالے سے شفاعت باطلہ جیسے کچھ عقائد گھڑ لیتا ہے اور اللہ کے سامنے جوابدہی کا خوف جاتا رہتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اللہ ہمارے ہر ظاہر اور چھپے ہوئے عمل سے واقف ہے وہ اپنے کامل علم کی بنیاد پر انسانوں سے حساب لے گا۔

لہٰذا ہمیں قرآن و سنت کی رہنمائی میں اپنا انفرادی و اجتماعی قبلہ درست کرنا چاہئے تا کہ آخرت میں سرخرو ہو سکیں۔ بصورت دیگر اُخروی سزا سے پہلے دنیا میں بھی عذاب الٰہی کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

عالم اسلام کی خبریں

غزہ...... ایک انوکھا قید خانہ

فلسطین کا علاقہ غزہ کی پٹی دنیا کے ان چند علاقوں میں سے ایک ہے جہاں بہت زیادہ لوگ آباد ہیں۔ اس معمولی سے رقبے پر تیرہ لاکھ آٹھ ہزار باشندے آباد ہیں۔ فی الوقت 60 فیصد علاقہ پر تیرہ لاکھ فلسطینیوں اور 40 فیصد علاقہ آٹھ ہزار یہودی آبادکاروں کے قبضے میں ہے۔ اسرائیلی منصوبے کے مطابق یہودی آبادکار غزہ سے نکلنے لگے ہیں کیونکہ اسرائیلی وزیراعظم شیرون نے طے کیا تھا کہ یہ فیصلہ اسرائیل کے مفاد میں ہے۔

لیکن فلسطینیوں کو غزہ تک محدود کرنے کے لیے اسرائیل نے اس کے چاروں طرف باڑیں لگا رکھی ہیں۔ حتیٰ کہ اب اسرائیلی بحریہ سمندر کے نیچے بھی رکاوٹیں بنانا چاہتی ہے تاکہ کوئی فلسطینی سمندر کے راستے اسرائیل میں داخل نہ ہو سکے۔ یعنی اسرائیل اگر غزہ کی پٹی چھوڑ دیتا ہے تب بھی ایک طرح سے فلسطینیوں کا محاصرہ کیے رکھے گا۔

اس ضمن میں فلسطینی حکومت کا کہنا ہے کہ دیوار یا باڑ بنانے کا اسرائیلی طریقہ کارناکام ہو جائے گا کیونکہ اس طریقے سے مسائل حل نہیں ہو سکتے۔ اس وقت انہوں نے خشکی پر رکاوٹیں بنا رکھی ہیں اب وہ سمندر میں رکاوٹیں بنانا چاہتے ہیں۔ پھر کیا ہوا میں بھی رکاوٹیں کھڑی کر دیں گے؟ کیا وہ ہر فلسطینی گھر کے چاروں طرف دیوار بنانا چاہتے ہیں؟ یہ غلط پالیسی ہے۔ مسائل حل کرنے کا واحد طریقہ کار یہ ہے کہ انہیں پرامن طور پر حل کیا جائے اور مقبوضہ علاقے فلسطینیوں کے حوالے کر دیے جائیں۔

افغانستان کے حالات

پچھلے ہفتے افغانستان میں طالبان اور امریکی و افغانی فوج کے درمیان کئی جگہ جھڑپیں ہوئیں جن میں طالبان کا جانی نقصان زیادہ ہوا۔ دراصل افغانستان میں 18 ستمبر کو پارلیمانی انتخابات ہونے والے ہیں اور امریکا چاہتا ہے کہ اس سے پہلے پورے افغانستان میں طالبان کی کمر توڑ دی جائے۔ وسطی اور پاکستان کے ساتھ ملنے والے علاقوں میں اب بھی طالبان کا اثر و رسوخ ہے۔

دریں اثناء ملا عمر نے افغانستان کو دو جنگی خطوں...... مشرقی اور جنوبی میں تقسیم کر دیا ہے تاکہ افغان حکومت اور غیر ملکی افواج کے خلاف لڑائی تیز کی جا سکے۔ دونوں خطوں میں چودہ چودہ کمانڈر تعینات کیے گئے ہیں۔ وہ مجلس شوریٰ کو رپورٹیں دیں گے جس کے 10 سے 18 ارکان ہیں۔ مجلس کی نگرانی ملا عمر کے دو نائبین ان کے بھائی ملا عبیداللہ کے سپرد ہے۔

عراق میں کروڑوں ڈالر گم ہو گئے

آج کل امریکا عراق کی تعمیر نو پر اربوں ڈالر خرچ کر رہا ہے۔ حال ہی میں عراقی تعمیر نو سے وابستہ سپیشل انسپکٹر جنرل، سٹوارٹ بوین نے انکشاف کیا ہے کہ امریکی افسر اور ادارے کروڑوں ڈالر کے فراڈ میں ملوث ہیں۔ یہ رقم عراق میں پولیس اسٹیشنوں اور لائبریریوں کی تعمیر میں خرچ ہونی تھی مگر اب غائب ہو چکی ہے۔

یاد رہے کہ عراق کی تعمیر نو کے لیے امریکا نے 23 ارب ڈالر رکھے ہیں تاہم یہ کام مکمل کرنے کے لیے 60 ارب ڈالر درکار ہیں۔ امریکیوں کا دعویٰ ہے کہ انہوں نے ایک ہزار منصوبے مکمل کر لیے ہیں، مزید ایک ہزار پر کام جاری ہے۔

امریکی ریڈیو کا انتہا پسند میزبان

امریکی دارالحکومت واشنگٹن کے ایک ریڈیو اسٹیشن WMAL-AMC کے میزبان مائیکل گراہم کو انتظامیہ نے کام کرنے سے روک دیا ہے اور اُسے تنخواہ بھی نہیں ملے گی۔

پچھلے چند دنوں سے گراہم مسلسل یہ پروپیگنڈہ کر رہا تھا کہ اسلام ایک دہشت گرد تنظیم ہے، اسلام نے امریکا کے خلاف جنگ چھیڑ رکھی ہے، مسئلہ انتہا پسندی کا نہیں، مسئلہ اسلام ہے۔

ان کلمات پر واشنگٹن کے مسلمانوں نے زبردست احتجاج کیا۔ دارالحکومت مسلمانوں کی سب سے بڑی تنظیم دی کونسل آف امریکن۔ اسلامک ریلیشنز نے اس فیصلے پر خوشی کا اظہار کیا ہے۔ تاہم انہوں نے مطالبہ کیا ہے کہ گراہم کے اسلاموفوبیا حملوں پر اُسے برطرف کر دیا جائے۔

وسطی ایشیا میں امریکی فوجی اڈے

نائن الیون حادثے کے بعد افغانستان پر حملہ کرتے ہوئے امریکا نے کرغزستان اور ازبکستان میں اپنے فوجی اڈے قائم کیے تھے تاکہ ان کی مدد سے طالبان حکومت کو ختم کیا جا سکے۔ اس وقت سے یہ امریکی اڈے کام کر رہے ہیں اب روس اور چین نے دونوں مسلمان ممالک پر دباؤ ڈالا ہے کہ وہ اپنے علاقوں سے امریکی فوجی اڈے ختم کر دیں۔

دوسری طرف امریکی وزیر دفاع رمزفیلڈ کا کہنا ہے کہ امریکا وسطی ایشیا میں اپنے فوجی اڈے برقرار رکھے گا۔ تاہم ان کا دعویٰ ہے کہ افغانستان میں امن قائم ہوتے ہی یہ اڈے ختم کر دیے جائیں گے۔ دراصل وسطی ایشیا کے مسلمان ممالک کئی قیمتی معدنیات رکھتے ہیں۔ اس لیے سپر پاورز وہاں اپنا اثر و رسوخ بڑھانے کے لیے ایک دوسرے سے الجھنے لگی ہیں۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ وسطیٰ میں نیا "عظیم کھیل" پھر دوبارہ کھیلا جانے لگا ہے۔ پہلے اس کھیل میں روس جیت گیا تھا اور برطانیہ کو شکست ہوئی تھی۔ اب دیکھنا ہے کہ اس نئے کھیل کا فاتح امریکا، روس اور چین میں سے کون سا ملک بنتا ہے۔

حسنی مبارک پھر انتخاب لڑیں گے

مصر کے صدر حسنی مبارک نے دوبارہ صدارتی انتخابات لڑنے کا اعلان کر دیا ہے۔ وہ انور السادات کے قتل کے بعد سے مصر کے سیاہ و سفید کے مالک چلے آ رہے ہیں۔ ان کے اس اعلان پر حزب اختلاف نے تشویش کا اظہار کیا ہے۔ کیونکہ اُسے یقین ہے کہ وہ ایک بار پھر وسیع پیمانے پر دھاندلی کروا کر صدر بن جائیں گے۔

حزب اختلاف کا کہنا ہے کہ ملک میں بڑھتی ہوئی بدعنوانی اور حقیقی جمہوری اصلاحات متعارف کروانے میں ناکامی پر حسنی مبارک کو استعفیٰ دے دینا چاہیے تاہم وہ اقتدار سے چمٹا رہنا چاہتے ہیں۔ یاد رہے کہ 1981ء میں صدر بننے کے بعد صدر مبارک نے مصر میں ہنگامی حالت نافذ کر دی تھی جو کچھ بدلی ہوئی شکل میں اب تک جاری ہے۔ مصر میں 7 ستمبر کو صدارتی انتخابات ہو رہے ہیں۔

حادثات سے نبٹنے کے لیے فنڈ

اسلامی سربراہ تنظیم نے اسلامی دنیا میں مختلف حادثات اور واقعات کا شکار ہونے والوں کی امداد کے لیے ایک فنڈ کے قیام کی تجویز دی ہے۔ یہ تجویز تنظیم کے سیکرٹری جنرل پروفیسر اکمل الدین احسان اوغلو نے پیش کی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ مغربی ممالک میں جب بھی کوئی حادثہ پیش آئے تو حکومتیں اپنے شہریوں کو بروقت امداد دینے کے لیے تمام وسائل بروئے کار لاتی ہیں۔ اس قسم کا انتظام اسلامی دنیا میں بھی ہونا چاہیے۔

double-terrorism, they also use double language. They would say: "Chechans and Palestinians may well deserve independence, but the atrocities that occur should have the effect of making the world deaf to their legitimate grievances for a substantial period of time."

This mindset is on display in Israel and the US is following the same line in Iraq. All human beings are not alike, nor do they suffer equally under foreign occupations. Some of them would lose everything, their families and all loved ones and in desperation would react against the oppressors. Others would find it perfectly legitimate to fight for their freedom. It doesn't mean that the terrorist-occupiers should prolong their unjust occupations on the basis that acts of resistance, which they call terrorism, should have the sole effect of impeding the legitimate causes they are intended to promote.

Such thinking is the product of the sick-terrorist-mindset of the double terrorists. They know that as long as their tyrannical occupation would remain in place, resistance is bound to come. And as long as there is resistance, there would remain justification for prolonging tyranny under the banner of a war on terrorism.

One such sick terrorist mind is on display on Media Monitors dot net. Len Breslow, in an article, "we are all in the same boat," argues: "Were the world to turn its back on the Chechan cause in response to the actions of a handful of terrorists, many innocent Chechans would be penalized for the actions of the few. But I believe the cost is necessary since the destruction of innocent human life is worse than most forms of oppression." [1]

It means the destruction on life on the part of Chechens is no destruction at all. It is destruction when it is exacted on the oppressors: the terrorists and the enemies of their freedom. If Chechens die, let them die and put their legitimate cause on hold. But let no one from the aggressor's side face death and destruction. Would this kind of an approach ever work in bringing peace when we know about the law of nature that every action has an equal and opposite reaction?

The above quoted argument shows the exact ideas which Friedman, Pipes, Spencer and the rest of the war lords are promoting in different words, at different time but with more sophistication in a professional manner.

It is naïve to assume that such an inhuman approach to the already occupied and oppressed people would encourage the majority of those, whom the freedom fighters claim to represent to move against the freedom fighters, thus further isolating them. This is dream of the sick minds. If every Palestinian, Iraqi, Afghan and Chechen is not standing up to give his life for ending the oppression and occupation of the lying aggressors, it does not mean that they do not respect those who commit themselves to die for the sake of real freedom: not the freedom that the US has brought to Iraq and Afghanistan. It simply means that they expect their revenge tomorrow.

If Palestinians, Kashmiris and Chechens are given the right to self-determination, and if forces of tyranny are withdrawn from Iraq and Afghanistan, it would never amount to rewarding terrorism. The UK didn't reward terrorists when it ended its occupation of the US. Nor all those Americans, who fought against King George and other tyrants from UK, were terrorists.

If we go by the standards promoted by the sick terrorist minds in the US and UK, then we will have to put the struggle for democracy and freedom in Iraq on hold because allowing US and UK to operate in Iraq and install governments of their choice there means the world is rewarding the terrorist who launched this war on false pretexts. First they have to renounce terrorism and then we will see what "legitimate" causes they want to promote with the unprecedented kind of naked aggression.

Hope the repeat tragedy on the pattern of 9/11 that occurred in London will drive home the lesson in Britain and the rest of the world that we are facing terrorism upon terrorism from the double-terrorists. No amount of silence or surrendering our rights to real freedom and self-determination will prevent them from striking at home and abroad with the twin objectives of consolidating police state at home[2] and puppet regimes abroad.

Note:

[1]Seehttp://world.mediamonitors.net/content/view/full/16559

[2] See Robert Verkaik, "Clarke set to rush through emergency arrest powers," Independent, July 08, 2005. http://news.independent.co.uk/uk/legal/article297645.ece

فلک سیر (ٹورسٹ) ریزورٹ ساگر ریسٹورنٹ
ملم جبہ' سوات

9,600 فٹ بلندی پر واقع وادی سوات کے نہایت دلفریب اور
پرفضا مقام **ملم جبہ** میں قیام وطعام کی بہترین سہولتوں سے آراستہ

جدید تعمیر شدہ شاندار ہوٹل

مینگورہ سے چالیس کلومیٹر کے فاصلے پر اور سیاحت کارپوریشن پاکستان کی چیئر لفٹ سے چار کلومیٹر پہلے کھلے
روشن اور ہوادار کمرے 'نئے قالین' عمدہ فرنیچر' صاف ستھرے ملحقہ غسل خانے' اچھے انتظامات اور اسلامی ماحول

رب کائنات کی خلاقی و صناعی کے پاکیزہ و دلفریب مظاہر سے
قلب و روح کو شاد کام کرنے کا بہترین موقع

تحریکی بھائیوں کے لئے خصوصی رعایت

فلک سیر کارپوریشن' جی ٹی روڈ' امانت کوٹ' مینگورہ سوات

فون دفتر: 0946-725056' ہوٹل: 0946-835295' فیکس: 0946-720031

Vol: 14 Regd. No. LRL -50 No. 28

Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

View Point

Abid Ullah Jan
(e-mail: abidjan@tanzeemorg)

The sick mindset of the double terrorists

If anything positive may emerge from the July 7 tragedy in London it is the growing realization that the terrorists and those who claim to be fighting a 'war on terrorism' are just one and the same people. For this reason we must resolve to expose the enemies of freedom and never give up to the hollow rhetoric of freedom and democracy on the part of double-terrorists.

Believing in their statements of mass deception or even staying silent in the face of their ever increasing lies sends the message to the double-terrorists and their allies that their terrorism upon terrorism works in favor of their totalitarian designs and so makes further atrocities at home and abroad more likely.

Blair's declaration that acts of terrorism will never influence British government policy is a clear sign that the attacks were staged for influencing public opinion in favor of not only continuing the bloodbath of innocents abroad but also to consolidate tyranny at home without much resistance.

One must note that after exposure of the Downing Street Memos and all associated lies that were invented to legitimize bloodbath in Iraq, there was a growing pressure on the UK government to withdraw troops from Iraq. Furthermore, a growing number of Britons were realizing the preferential treatment of the worse-than-apartheid state-of-Israel's never ending occupation, terrorism, open racism, crimes against humanity, and the double standards on the part of US and UK towards Muslim states.

To ease the pressure, the news was leaked to the press on June 24 that the US is planning to withdraw some troops from Iraq. But that was not good enough to swing public opinion. That's why behind the scene, planning was underway to make sure terrorism continues with unabashed skullduggery. British public's acquiescence to the regime's policy of continuing the war in Iraq would reinforce the message that double-terrorism works. Such a message in support of terrorism upon terrorism would dishonor the memories of those who died on October 07 at the hands of the same terrorists who have taken lives of more than 120,000 Iraqis in the war and 1.8 million Iraqis through genocidal sanctions so far.

Not only government leaders, but many other citizens of the world, as civic leaders, religious leaders, teachers, netizens, and letter writers may help send the shame-less terrorists the right message by categorically condemning terrorism at home and abroad. Their immediate response of blaming Muslims for what happens is a clear sign that the bloodbath was staged. The repeated stress on "our way of life" and "values" show the totalitarian designs to impose the same on others with the barrel of a gun.

Unfortunately, in newscasts throughout the day, we have heard several Britons describing how they had felt distanced from terrorism occurring elsewhere in the world until today's events. This is why such barbaric events are staged when it is time to elect a war leader in Spain, or to make public opinion in favor of war in Australia, or to ensure continued support from Turkey. What was shown on the "mainstream" TV channels was a typical human response that takes everything on the face value. The co-opted commentators kept repeating that many Britons have viewed terrorism as America's problem in a way to mean: "Did you see it for yourself now. Don't say no to any war that we may be launching in the near future."

Whatever else might be said about such expressions, they simply support the message from the leading crusaders (Bush and Blair) that terrorism works, that it can enable its perpetrators to shape world opinion as well as world order in their image. Such a message encourages others to join the ranks of terrorist armies at home and opportunistic collaborators abroad for more violence in distant parts of the world, a tiny fraction of which the British witnessed today.

Therefore we must take this opportunity to realize that the perpetrators on the bombing in London and Iraq and Afghanistan are using well trained armies to commit terrorism abroad and well trained secret agents to commit terrorism at home for additional support for terrorism abroad.

While the terrorists are fighting in the name of freedom and democracy and that definitely has merit, the intentional invasions and occupations on the basis of lies, the intentional killing of innocent people and the intentional establishment of countless concentration camps is never justifiable as means to promote the stated cause. The democratic terrorists should have learned from the failure of Communism that the end does not justify the means.

We will never be able to see an end to terrorism because the double-terrorists are the perpetrators: the real culprits. They then become the judge, the prosecutor and also declare a "war on terrorism.' Very very strange indeed: we are facing mass deception of an unprecedented scale in human history.

A mere realization of this reality is enough to neutralize terrorist practices by preventing them from attaining their totalitarian designs in the short run. In the long run, they are going to take themselves out of steam with their own hands. No one is militarily so strong to defeat them. However, they digging a deep hole for themselves with the belief that they can continue to lie, cheat and fool the world indefinitely.

Public opinion is a powerful force. Spain withdrew its forces from Iraq. Italy is withdrawing partial forces in the face of mounting expressions of domestic and world opinion. Even UK leaked it to the press that it is considering withdrawal. Immediately after the bombing the double-terrorists' initial promise was to keep fighting the war they have launched on the basis of nothing else but pure lies.

Thus, the categorical condemnation of this double-terrorism would go a long way towards its elimination. We need to expose and defeat the mindset that promotes and sustains this bloody game of double terrorism. Such a mindset is not hard to notice. For example, this mindset would argue to forget about Israeli, American, Russian and Indian occupations; focus on ending resistance to these occupations.

The cruel, inhuman mindset of these double-terrorists argues that the world must never give even the appearance of approving of, or yielding, to the resistance posed by the occupied, oppressed and humiliated people in Palestine, Afghanistan, Chechnya, Iraq and Kashmir in word or deed. For example, such a sick mindset criticizes the New York Times for arguing that the Chechans deserve independence. They force people to take things on the face value and exact collective punishment on nations. Just the way they practice